ماہنامہ
مجلہ الحقیقہ
پاکستان

درسِ قرآن

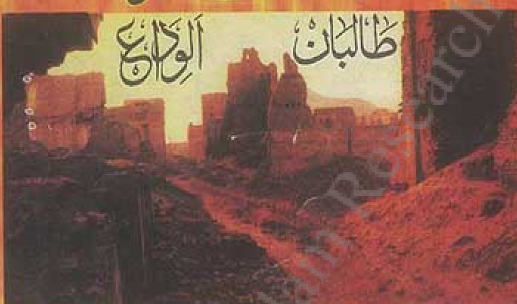
درسِ حدیث

دلائلِ درود و سلام

فضائلِ درود و سلام

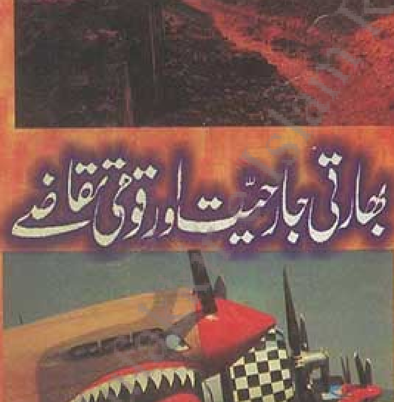
اُسوۂ رسولِ معظم

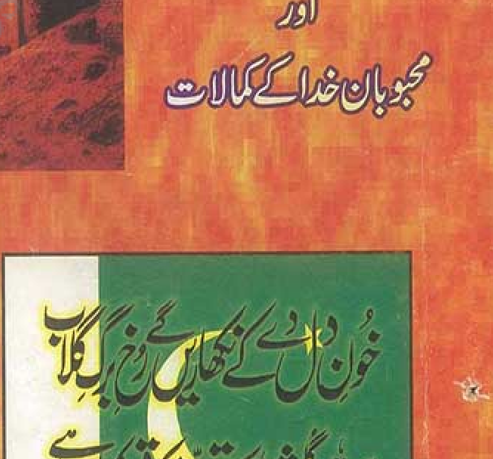
حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ
افکار



توحید
اور
محبوبانِ خدا کے کمالات

بھارتی جارحیت اور قومی تقاضے





خبرنامہ خبرنامہ خبرنامہ

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماہنامہ پاکستان مجلہ الحقیقہ

اللہ

شوال المکرم ذیقعد — جنوری 2002ء

جلد نمبر 2 — شمارہ نمبر 4

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) ــــــ 10 روپے

یورپ (فی پرچہ) ــــ 1 پونڈ ــــ سالانہ 10 پونڈ

یو ایس اے (فی پرچہ) ــــ 1.5 ڈالر ــــ سالانہ 15 ڈالر

عرب ممالک (فی پرچہ) ــــ 3 ریال ــــ سالانہ 30 ریال

اشتہارات

سائز	زر تعاون
بیرونی ٹائٹل	-/1000 روپے
اندرون ٹائٹل	-/800 روپے
بیرون ہاف ٹائٹل	-/700 روپے
اندرون ہاف ٹائٹل	-/500 روپے

اس شمارے میں

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

پبلشر: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر شیران اسلام نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ (نارووال) سے شائع کیا

حمد و نعت

پروفیسر محمد حسین آسی

اے شہنشاہِ حقیقی، اے خدائے یکتا
ذات یا وصف میں کوئی نہیں ثانی تیرا
سب کا معبود بھی تو سب کا مقصود بھی تو
ذرے ذرے سے عیاں ہر جگہ موجود بھی تو
تیری تسبیح میں مصروف ہے ذرہ ذرہ
تیری تہلیل میں مشغول ہے پلہ پلہ
جس کو جو چاہے کمالات عطا فرمائے
کون ہے جو تیری تقدیر میں آڑے آئے
تو نے محبوب کو کونین کا سردار کیا
عرش سے فرش تلک مالک و مختار کیا
خوش ہوں اللہ مرا حامی و غفار بھی ہے
اور محبوب خدا میرا مددگار بھی ہے
اے خدا دامنِ دل عشقِ نبی سے بھر دے
شاہِ لاثانی کے صدقے میں مودب کر دے
غیرتِ علم و عمل دہر میں تاراج نہ ہو
تیرا آسی کہیں اغیار کا محتاج نہ ہو

کلمۃ الحقیقہ

پروفیسر محمد حسین آسی

دینی، قومی اور ملکی سوچ

ابھی کل کی بات ہے، کہ ہمارے چودھری وقار احمد صاحب ایڈوکیٹ (ہائی کورٹ) تشریف لائے تو انھوں نے اپنے گاؤں کے ایک سیدھے سادے ان پڑھ آدمی کا تذکرہ کیا۔ اُن کے بقول یہ شخص جس کا نام محمد یوسف ہے، عرف الل، جموال کا رہنے والا ہے اور زیڈ۔ اے۔ بھٹو سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ اسی بنا پر وہ بینظیر بھٹو سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔ اسی بنا پر وہ بینظیر بھٹو کے گن گاتا رہتا تھا۔ مگر گذشتہ دنوں جب بینظیر بھٹو نے ہندوستان کی سرزمین میں پاکستان، کشمیر، افغانستان، طالبان وغیرہ کے بارے میں منفی جذبات اور گھٹیا جذبات کا اظہار کیا تو یہ شخص قومی و دینی غیرت کی بنا پر اسے برداشت نہ کر سکا اور جیسے پہلے اسکی شان میں قصیدے پڑھتا تھا، اب ہجو پر مجبور ہو گیا۔ اس نے برملا کہا "بینظیر گندی نکلی اے"۔ پھر کہنے لگا کہ ماجا (یعنی اس کا یار معراج دین) بھی اس کے خلاف ہو گیا ہے۔ میں چوہدری صاحب کا منہ تکتا رہ گیا، کی واقعی ہمارے ہاں اس قسم کے عقیدتمند بھی موجود ہیں کہ جب اُن کا ہیرو قومی و ملکی مفاد کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس کی عقیدت کے دائرے سے باہر نکل آتے ہیں۔ کاش ہمارے سیاستدانوں میں بھی ایسے تو بے وفا لوگ ہوتے۔ ہمارے ہاں یہ روش عام ہے کہ پارٹیوں کے ٹٹے کردہ منشور دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور سیاسی لیڈر اپنے دھڑے کا خیال کر کے اپنے سربراہ کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اسی بے نظیر کے والد بھٹو نے جب ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے بعد 'اُدھر تم ادھر ہم' کا منحوس نعرہ لگایا تھا تو گویا سقوط ڈھاکہ کی بنیاد رکھ دی تھی اسی طرح مسلم لیگ میں ایسے لیڈر پیدا ہوتے رہے جو وقتاً فوقتاً ملکی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر ذاتی مفاد کے حصول میں کوشاں رہے۔ اگر قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ کی جماعت ہی اپنے مشن سے وابستہ رہتی تو شائد پاکستان اس صورت حال سے دوچار نہ ہوتا۔ افسوس ارکان حکومت بھی عموماً اپنا تخت و تاج بچانے کے لئے اسی قسم کی سودا بازیوں میں مصروف ہو رہے ہیں۔ وہ لوگ جو تحریک قیام پاکستان کے دوران نہرو گاندھی اور پٹیل کے ہمنوا رہے تھے وہ پاکستان کے قیام کے بعد بھی اپنے باطل نظریے سے چمٹے رہے۔ ملک دشمن نظریات انہیں کے ذریعے پروان چڑھتے رہے اور ایسے غداروں کی کھیپ تیار ہوتی ہی رہی جو وطن عزیز کا کھا کر اسی کے استحکام کے خلاف سرگرم عمل رہے۔ قیام پاکستان سے پہلے انہیں مسلم لیگ کا دو قومی نظریہ بھی برداشت نہیں تھا۔ اور بڑی ڈھٹائی سے وطن کی قومیت کی بنیاد قرار دیتے تھے مگر قیام پاکستان کے بعد انہوں نے پانچ قومی نظریہ خود گھڑ لیا اور ہر صوبے کے رہنے والوں کو الگ الگ قومیت قرار دے کر پہلے مشرقی پاکستان کو الگ کروالیا اور پھر اسی طرح کی آگ کی تو سندھ اور دوسرے صوبوں میں تیز کرنے لگے۔ چونکہ ان غداروں کو باہر سے امداد ملتی تھی لہذا یہ حکومت کی نظر میں بھی محترم قرار پاتے رہے۔ جب بھی کوئی ایسا منصوبہ زیر غور آتا ہے جو ملکی مفاد کے حق میں ہو انہیں اس کی مخالفت ہی کرنا ہوتی ہے۔ جمہوری نظام میں چونکہ ووٹ کی اہمیت ہوتی ہے لہذا عموماً جمہوری حکومتیں بھی ان پر ہاتھ ڈالنے سے گریز کرتی رہیں موجودہ حکومت سے بڑی امید تھی کہ جنرل مشرف کسی بھی مصلحت کی پروا کیے بغیر کالا باغ ڈیم ضرور بنائیں گے۔ جنرل صاحب پہلے پہل اس کی وکالت بھی کرتے رہے مگر افسوس پھر خود بھی مصلحتوں کا شکار ہو گئے اور دشمنان پاکستان اور غداران ازلی کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر جنرل صاحب سے یہی گلہ نہیں۔ انہوں نے اپنی کابینہ میں چن چن کر وہ لوگ بھی شامل کیے ہیں جو پاکستان کے نظریاتی مزاج سے بھی برہم ہیں حکومت کا نیا سیاسی و انتظامی ڈھانچا بھی ملک و عوام کے لئے مفید نظر نہیں آتا۔ سابقہ حکومت کا ایک کام واقعی قابل تعریف تھا اور وہ تھا بھی این جی اوز پر پابندی مگر ہماری موجودہ حکومت اس کار خیر کو بھی روک دیا بلکہ کسی حد تک سرکاری لوگ ہی ان ملک دشمن این جی اوز کی نگرانی کر رہے ہیں۔

ہمارا ملک دنیا کے عام ملکوں سے اس اعتبار سے بھی منفرد ہے کہ اس کی بنیاد ہی اسلام کا نظریہ قومیت ہے اس نظریے کی سیدھی سادھی تشریح یہی ہے کہ مسلمان ایک قوم ہیں اور دوسرے دوسری قوم ایک پاکستان ہی تک یہ بات محدود نہیں۔ مسلمان دنیا کے جس کونے میں بھی ہیں بھائی بھائی ہیں ان سب کا فائدہ ایک ہے اور نقصان بھی ایک ہے حضور پرنور ﷺ نے فرمایا۔ المؤمنون کرجل واحد ان اشتکی عینہ اشتکی کلّہ وان اشتکی کلّہ (مسلم)

ترجمہ! ایمان والے ایک جسم کی طرح ہیں۔ اگر آنکھ کو تکلیف ہو جائے وہ سارے جسم کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر سر کو تکلیف ہو جائے تو بھی سارے جسم کو تکلیف ہوتی

ہے۔ مگر ہمارے کیا کر رہے ہیں کون نہیں جانتا۔ اسلام دشمن طاقتوں نے اکثر و بیشتر ہم سے لوگ خریدے ہوئے ہوتے ہیں جو وقت آنے پر اپنے خریداروں کا خیال تو رکھتے ہیں مگر اپنی قوم کا نہیں۔ مصیبت آنے پر ان کا رویہ کھلے دشمنوں سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی قوم کو کسی قسم کی رو رعایت کا مستحق نہیں سمجھتے۔ مزار شریف میں شیعہ لوگوں نے جو مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا۔ سب کے سامنے ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ شیعہ و سنی ہزار ہا اختلافات سہی مگر کیا ہندو مسلم اختلافات سے بھی زیادہ ہیں اگر یوں نہیں تو پھر مسلمانوں کے مقابلے میں غیر مسلموں کی حمایت کرنے کا آخر کیا سبب ہے۔ مگر کیا کیا جائے تاریخ کے سینے میں تو اس سے پہلے بھی زیادہ المناک واقعات موجود ہیں سقوط بغداد کن کی سازش سے ممکن ہوا تھا اور دور ہلاکو خان کو خلافت عباسیہ کو ختم کرنے کی پٹی کس نے پڑھائی تھی۔ پھر دور آخر میں جعفر از بنگال و صادق از دکن کون تھے۔ پھر عموماً دیوبندی اور اہل حدیث حضرات نے تحریک پاکستان میں عام مسلمانوں کا ساتھ کیوں نہیں دیا تھا اور اپنی ملی و قومی آزادی کی بجائے انگریزوں یا ہندوؤں کی غلامی پر کیوں راضی تھے۔ پاکستان انہی ہی کی خاطر تو بنایا جا رہا تھا۔ پھر اس کی مخالفت کیوں ہوئی۔ مفتی محمود دیوبندی نے کیوں کہا تھا خدا کا شکر ہے ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے اور اس کے بیٹے فضل الرحمٰن کانگریسی نے پاکستان کو اس صدی کا فراڈ کیوں قرار دیا تھا۔ اور پھر ان کے ساتھیوں نے اس خرافات پر احتجاج کیوں نہیں کیا۔ قومی سوچ کا تقاضا تھا کہ جو کام بھی امت مسلمہ کے لئے مفید ہے اس میں تعاون کرو اور جو ملی مفاد کے منافی ہے اس کی مخالفت کرو سعودی حکومت ہی کو دیکھ لیجیے جو دنیا کے مقدس ترین خطے پر حکمران رہے اور حرمین شریفین کی پاسبان کہلاتی ہے اس نے اپنی پاسبانی کے لئے کسے سر پر چڑھا رکھا ہے یعنی پوری دنیا میں اسے ایک بھی اسلامی ملک نظر نہیں آیا جو سعودی کی حفاظت کر سکتا بلایا تو اس امریکہ کو جو دور حاضر میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ فرمایئے کیا یہ قومی و ملی سوچ کا تقاضا ہے۔ شائد اسی پس منظر میں کسی شاعر نے کہا تھا۔ ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

کاش ہمیں وطن سے پیار ہوتا اور تمام وطن دشمنوں سے نفرت کاش ہم اپنی قومی غیرت سے سرشار ہوتے اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے رشتہ اخوت مضبوط کر کے سب کی حفاظت و اعانت کر سکتے مگر افسوس ابھی اس طرف ہم نے رخ بھی نہیں کیا ملکی و قومی سطح پر جو ہمارے سیاستدان اور حکمرانوں نے کیا اس سے کہیں زیادہ خطرناک وہ کارنامے ہیں جو خود فروش ملاؤں نے سرانجام دیئے۔ کوئی توحید کا نام لے کر وحدت ملی کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔ کوئی عظمت نبوت سے باغی ہے اور مختلف حیلوں بہانوں سے کمالات نبوت کے خلاف صف آرا ہے اور باہر سے ایڈ لے کر مختلف قسم کی کوئی سپاہ اور جیش بنا کر بدامنی اور دہشت گردی پھیلا رہا ہے۔

ہمارا ملک پاکستان ہے قوم مسلمان اور دین اسلام ہے جب پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے اور اس کا بنیادی نظریہ اسلام ہے تو گویا ملکی و قومی اور دینی سوچوں میں کوئی امتیاز نہیں۔ ملک کے لئے وہی شے مفید ہے جو ملت اسلامیہ کے لئے مفید ہے اور نظریہ اسلام سے ہم آہنگ ہے۔ آیئے! مفکر پاکستان علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے فکر کی روشنی میں ملکی و قومی اور ملی سوچوں کی تطہیر کا بندوبست کریں ان کے نزدیک موجودہ تمام مسائل کا حل صرف یہ ہے کہ عشق رسول ﷺ سے سینے گرما دیئے جائیں وہ فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے بھی ح للہ بتایا ہے کہ ؎

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

بریلوی علماء کو سرکاری مشیر مقرر کرنا! روزنامہ اساس بابت 13 دسمبر 2001 کے مطابق حکومت نے صوبوں میں انتہا پسند مولویوں کی کارزر کر کے اہل سنت وجماعت (بریلوی) علماء کرام کو مشیر مقرر کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے نزدیک حکومت کا یہ فیصلہ حقیقت اور انصاف پر مبنی ہے کیونکہ پاکستان کی غالب ترین اکثریت اہل سنت وجماعت ہے اور اسی عظیم گروہ کے علماء و مشائخ نے قائداعظم محمد علی جناح کا ساتھ دے کر پاکستان بنایا تھا۔ افسوس کہ یہ تشکیل پاکستان کے بعد مخالفین پاکستان نے اپنے مذموم ہتھکنڈوں کی وجہ سے ہماری حکومتوں کے قریب ہو گئے اور انہوں نے پاکستان کے کلیدی عہدوں پر قبضہ کر لیا۔ بالخصوص محکمہ تعلیم میں یہی ظالم زیادہ تعداد میں گھسے ہوئے ہیں اور اہل سنت کی اولاد کو بزرگوں کا گستاخ بنا دیتے ہیں پھر انہیں فرقوں کے متشدد لوگوں نے مسلک میں کافر کافر کی گردانیں عام کیں۔ حالانکہ ان کے اکابر اشرف علی تھانوی' قاسم نانوتوی اور احمد علی لاہور سب شیعہ حضرات کے جنازے پڑھایا کرتے تھے انہیں کے دامن سے ریاض بسرا جیسے دہشت گرد پیدا ہوئے جو ملک کے لئے بڑا مسئلہ بنا ہوا ہے۔ فرقہ واریت کی مسموم فضاؤں کو اجاگر کرنے والے نہ پہلے پاکستان کے مخلص تھے اور نہ اب مخلص ہیں اس ماحول میں اہل سنت وجماعت کے علماء و مشائخ کو اپنے ذاتی اختلافات ختم کر کے پاکستان کو بچانے کیلئے موثر کردار ادا کرنا چاہیے۔ تاکہ ان کے اکابر کی روحیں خوش ہو جائیں۔ حکومت کے موجودہ فیصلے پر مخالفین پاکستان کے سرکردہ لیڈروں نے بڑا شور مچایا ہے۔ حافظ سعید صاحب کا فرمان ہے کہ یہ فیصلہ غیر اسلام ہے گویا ان کے نزدیک جہاد کی آڑ میں فساد عام کرنا' پاکستان میں تربیت یافتہ انتہا پسندوں کو کھلے عام کھیلنے کا موقع فراہم کرنا۔ پاکستان کی غالب ترین اکثریت کو چند منہ زور گھوڑوں

کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا ہی عین اسلام ہے۔ بزرگان اسلام کے گستاخ کھلے منہ پھرتے اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں تو یہ اسلام کی خدمت ہے!؟ ہمارے نزدیک یہ وہابی اسلام ہے حقیقی اسلام نہیں۔ اسرائیل سے یاری۔ اجمل قادری صاحب کا ارشاد ہے کہ فرقہ واریت پھیلے گی۔ گویا پہلے ان لوگوں کے ہاتھ میں حکومتیں کھیلتی تھیں۔ لنگر پانی مدرسوں میں جمع ہوتا ہے۔ جہاد اور تبلیغ کے نام پر اپنے بینک بیلنس پروان چڑھتے تھے تو کوئی فرقہ واریت نہیں تھی۔ یہ لوگ اسلام اور پاکستان کے دل سے دشمن ہیں۔ وہ دن دور نہیں کہ ان کو حساب دینا پڑے گا۔

بھارتی جارحیت اور قومی تقاضے! 13 دسمبر کو بھارتی ایجنسیوں نے پاکستان کو دہشت گرد قرار دلانے کے لئے اپنے قانون ساز ادارے کے باہر ایک ڈرامہ منعقد کیا جو بھارت کے دیگر ڈراموں کی طرح بری طرح فلاپ ہوا اور پوری دنیا میں بھارت کی سبکی کا باعث بنا۔ بھارت نے چند قیدیوں کو رہا کر کے ان سے پارلیمنٹ پر خودکش حملہ کرایا جس سے کسی قابل ذکر حکومتی عہدیدار کو خراش تک نہ آئی چند اہلکار مارے گئے جن کی قدر و قیمت بھارتی مغرور حکومت کے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ اس ڈرامے سے بھارت خود کو مظلوم ثابت کر کے عالمی رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتا ہے۔ اور امریکہ اور اس کے حواریوں کو پاکستان کے خلاف سخت ایکشن لینے پر اکسانا چاہتا ہے نیز آزاد کشمیر پر حملے کا راستہ کھولنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں بھارت نے انتہائی احمقانہ اقدام بھی اٹھائے اس نے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے سمجھوتہ ایکسپریس اور دوستی بس بند کر دی ہے۔ سرحد پر کنٹرول لائن پر بے تحاشا اسلحہ جمع کیا ہے۔ میزائلوں کے رخ پاکستانی شہروں کی جانب موڑ دیئے ہیں اس کی فضائیہ ہائی الرٹ ہے ٹینک سرحد پر پہنچ رہے ہیں آرمی کی نقل و حرکت نہایت خطرناک ہے ادھر بھارتی میڈیا نے جنگی جنون کو خوب ہوا دے رہی ہے۔ جب کہ بھارتی شہریوں کو حکومت کے ان اقدام سے کوئی سروکار نہیں ایک مسافر کے بقول عوام کو دو وقت کی روٹی میسر نہیں وہ جنگ کا سامنا کیسے کر سکتے ہیں۔ حکومت پاکستان نے بھی بھارت کے مقابلے میں ٹھوس موقف اپنایا ہے اور منہ توڑ جواب کی دھمکی دی ہے۔ اس گھمبیر صورت حال میں پوری قوم کو سیسہ پلائی دیوار بن کر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔ ہمارے میڈیا کو بھی چاہیے راگ رنگ کے پروگرام چھوڑ کر قوم کو ملک وملت کے تحفظ کے لئے یکجان کرنا چاہیے۔ نیز صدر پاکستان کو چاہیے کہ تمام مذہبی اور سیاسی لیڈروں کو اعتماد میں لے کر بھارتی سازشوں کو ناکام بنایا جائے اس پر امریکہ جیسے بے وفا دوست پر اعتبار نہایت گھاٹے کا سودا ہوگا۔ اپنے خدا کی نصرت رسول کی رحمت اور زور بازو پر اعتماد نہایت ضروری ہے انشاء اللہ پاکستان ہر میدان میں سرخرو ہوگا۔ اپنی قیادت کو حب الوطنی سے سرشار کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ماضی میں مسلمانوں نے ہمیشہ قیادت کے ہاتھوں رسوائی کا سامنا کیا ہے۔ پاک جواں آج بھی اسلاف کے نمائندے ہیں صدر کو غداروں اور دشمن نوازوں پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیے اور ملک کو اسلام دشمن جراثیموں سے پاک کرنا چاہیے۔ اس وقت پورے ملک میں کیبل کے ذریعے ہندوستانی ثقافت ہمارے گھروں کے پاکیزہ ماحول کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے نابالغ بچوں کی نگاہیں بھی شرم وحیا سے عاری ہوتی جا رہی ہیں اس لعنت کو ملک سے باہر نکال کر اسلامی تہذیب پر عمل کروانا چاہیے۔ اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ تم مومن رہو۔ تمہیں کامیاب وکامران رہو گے۔

حافظ سعید کی نئی جماعت! 25 دسمبر کی قومی اخبارات میں یہ خبر بڑے اہتمام سے شائع ہوئی ہے کہ لشکر طیبہ کے سرپرست اعلیٰ حافظ سعید احمد نے لشکر طیبہ کی سرپرستی سے استعفیٰ دے دیا ہے اور الدعوۃ والارشاد کی جگہ جماعت الدعوۃ تشکیل دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے اپنی جماعت کا جو نیا نام تجویز فرمایا ہے وہ بھی بدعت ہے۔ بہر حال ان کے بلند وبانگ دعوے اور خدائے واحد کی تائید ونصرت پر بھروسے حکومتی یا درپردہ امریکی دباؤ کے سامنے تار عنکبوت ثابت ہوئے۔ انہوں نے خود اپنے انٹرویو میں فرمایا کہ ہم پر دباؤ بہت شدید ہے۔ ملا عمر حنفی مقلد امام اعظم کو مشرک سمجھتے ہوئے بھی ان کی حمایت کرنے والے امیر دعوت ارشاد نے جہاد کے ساتھ ساتھ ارشاد کا لفظ کاٹ دیا ہے حالانکہ ان کا مشرک ہیرو ابھی تک ظالم سماج کے سامنے ڈٹا ہوا ہے اور وہ اپنے خالق ومالک کی امداد کا امیدوار ہے۔ یہ ہے اصل مجاہد اور نقل مجاہد کا فرق ہم تو پہلے ہی کہا کرتے تھے کہ حافظ سعید صاحب اور ان کی ذریت سے اہل حدیث وہابی حضرات سمیت تمام مکاتب فکر تنگ ہیں۔ ایک طرف وہ عالم اسلام کی غالب ترین اکثریت اہل سنت وجماعت حنفی شافعی مالکی حنبلی نقشبندی سہروردی قادری چشتی ماتریدی اشعری مسلمانوں مشرک سمجھتے ہیں اور دوسری طرف خود عالم اسلام کا نمائندہ تصور کرتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھا کر ان سے لاکھوں روپے کا چندہ اکٹھا کرنے والے جہاد کی آڑ میں فساد کا ارتکاب کر رہے تھے۔ اب تو اس چندے سے بنائے جانے والے نجدی مراکز کا رخ اہل سنت وجماعت کی طرف مزید کھل کر ہوگا۔ ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی توحیدی قلابازیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور پاکستان بنانے والے اہل سنت وجماعت سواد اعظم سے اسلام اور پاکستان کی صحیح تعلیمات سیکھ کر ملک میں عام کرے ورنہ یہ فتنہ ساز اور متشدد افراد ہر مقام پر آپ کے لئے رسوائی اور پریشانی کا باعث بنیں گے۔

عقیدہ توحید

اور

محبوبانِ خدا کے کمالات

قدرت اور اسباب! خداوند کریم مسبب الاسباب ہے اور قادر مطلق بھی وہ جس کو جو چاہے بغیر کسی سبب کے عطا فرما سکتا ہے۔ یہ اس کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے۔ پھر بھی وہ اسباب کے ذریعے عطا فرمائے تو یہ اس کے مسبب الاسباب ہونے کا ثبوت ہے۔ اس کے مسبب الاسباب ہونے اور مختلف اشیاء کے لئے مختلف قسم کے اسباب پیدا کرنے سے اس کی قدرت کاملہ (و مطلقہ) میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ یہ اور نکھرتی ہے یعنی یوں نہیں کہ اسباب کے بغیر عطا فرمائے تو قادر مطلق اور اسباب کے ذریعے یا اسباب کے بغیر جسے بھی چاہے عطا فرمائے اس کی قدرت ہی کے رنگا رنگ جلوؤں کا ظہور ہے ہاں اسباب کے ذریعے اکثر اپنی قدرت کا اظہار فرماتا ہے تو اسے قانون کہہ دیا جاتا ہے اور اسباب کے بغیر بہت کم کوئی کرشمہ دکھاتا ہے تو اسے ظہور قدرت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ان دونوں صورتوں میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ جسے قانون کہا گیا ہے وہ بھی قانون قدرت ہے۔ مثال سے وضاحت کرتا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف باپ کی وساطت کے بغیر اور حضرت آدم علیہ السلام ماں اور باپ یعنی دونوں کی وساطت کے بغیر پیدا کیے گئے۔ ان دونوں پیغمبروں کے سوا باقی سب پیغمبروں کو بلکہ سب انسانوں کو ماں باپ کی وساطت سے پیدا کیا گیا ہے۔ تو فرمایئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے ایک طریقہ تو خدا کی قدرت کی دلیل ہے جبکہ دوسرے طریقے سے اس کی قدرت کا کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا قانون ہے کہ سب کو ماں باپ دونوں کی وساطت سے پیدا کرے۔ ماں باپ کے ذریعے پیدا کرنا بھی قدرت خداوندی کی بہت بڑی دلیل ہے اگر (معاذ اللہ) یہ دلیل قدرت نہ ہوتی تو قرآن پاک کی متعدد آیات میں انسان کی اس عام تخلیق کو بار بار بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی اور نطفہ مضغہ اور علقہ کا ذکر کیوں کیا مثلاً

ثُمَّ خلقنا النُّطفة علقة فخلقنا العلقة مُضغة فخلقنا المُضغة عظماً فكسونا العظم لحماً۔ (المومنون)

سیدھی سی بات ہے کہ پانی کی ایک بوند سے انسان تخلیق کرنا اگر اس کی قدرت کا کرشمہ نہیں تو کوئی اور ذات یہ کام کر کے دکھائے حقیقت یہی ہے کہ یہ بھی قدرت کا عظیم معجزہ ہے اگر سب کو یوں ہی پیدا فرمایا جاتا تو یہ شبہ ذہن میں ابھر سکتا تھا کہ خدا بھی ماں باپ کے بغیر کوئی بشر نہیں بنا سکتا تو حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی پیدائش نے اس شبہے کا قلع قمع کر دیا ہے اور یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ خالق اسباب ہے محتاج اسباب نہیں چونکہ وہ چاہے تو اسباب (ماں باپ کے بغیر بھی) کسی کو پیدا کر سکتا ہے مختصر یہ کہ اسباب کے بغیر پیدا فرمانے سے جس طرح قدرت خداوندی کا ظہور ہوتا ہے یونہی اسباب کے ساتھ پیدا فرمانے سے بھی اسی خالق یکتا اور قادر مطلق کی شان تخلیق ظاہر ہوتی ہے ذرا سوچیے منکرین وسیلہ کا انکار کتنی واضح حقیقت کا انکار ہے خود باپ کے ذریعے پیدا ہونے والا شخص اگر پھر ذریعے کا انکار کرتا ہے تو کیا وہ اپنی ماں کو گالی نہیں دے رہا...... ہاں ہاں کوئی شخص اگر یہی رٹ لگاتا ہے کہ اس کا وجود باپ کے ذریعے کے بغیر ہی ہے تو معاشرے میں اسے اپنا مقام پہچان لینا چاہیے۔ کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بیمار ہے۔ حکیموں ڈاکٹروں کے علاج سے اللہ شافی نے شفا بخشی اپنے (عام) بندوں کے ذریعے بندوں کی حاجت روائی فرمائی۔ پھر یہ بھی کبھی ہوتا ہے ماں باپ کے نکاح کو سالہا سال بیت گئے کوئی اولاد نہیں ہوئی پھر کسی بندہ خدا کے آستانے پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور دعا کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ نے چاند جیسا بیٹا عطا فرما دیا سو جس طرح ماں باپ کا وجود بیٹے کی پیدائش کا سبب بنا یونہی اللہ کے پاک بندے کا وسیلہ بھی اللہ کی قدرت کا مظہر بن گیا بلکہ یہ وسیلہ قدرت خداوندی کا ناقابل تردید ثبوت اس لئے ہے کہ ماں باپ کے ذریعے اولاد کا ہونا تو عام ہے مسلمان ہندو عیسائی یہودی مشرک ملحد سب اس طرح پیدا ہوتے ہیں مگر جس طرح مسلمان اسے اللہ کی عطا سمجھتے ہیں۔ بت پرست اسے اپنی جہالت سے اسے بتوں کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ ہاں جب ایک اللہ والے کی دعا سے اولاد ہوگی تو اس میں کوئی شک نہیں رہے گا کہ واقعی جس خالق واحد نے دعا قبول کی ہے وہی اولاد بخشنے والا ہے اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اللہ ہی نے خلق کا ذریعہ والدین کو بنایا ہے ہاں ہاں والدین جنتے ہیں پیدا نہیں کرتے خود فرماتے ہیں افرء یتم ما تمنون۔

انتم تخلقونہ ام نحن الخلقون ۔(الواقعہ) ترجمہ! تو بھلا دیکھوتو وہ منی جو گراتے ہو کیا تم اس کا آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں (کنزالایمان)

پھر دیکھیے انسان پیدا ہوا تو رزق کا مسئلہ سامنے آیا اس کا ذریعہ بھی جب کہ اوپر مذکور ہوا والدین کو ٹھہرایا گیا یعنی اللہ ہی رزاق مگر رزق کا ذریعہ بھی اسی نے والدین اور بھی دوسروں کو بنایا۔

پھر اللہ ہی شافی ہے۔مگر شفا کا ذریعہ اس نے ڈاکٹروں کا ذریعہ اسی نے والدین اور بعض دوسروں کو بنایا۔

اللہ ہی معلم حقیقی ہے اسی نے آدم علیہ السلام کو ساری چیزوں کے نام سکھائے پھر بھی عالم اسباب میں تعلیم وتعلم کا سلسلہ اساتذہ کرام اور دوسرے لوگوں کے ذریعے ہی جاری ہے۔

غور فرمایئے جب اس عالم اسباب میں اسباب کی یہ ہمہ گیری ہمارے روزمرہ کے تجربات ومشاہدات پر نہایت ہی وسعت وکثرت سے چھائی ہوئی ہے تو ان تمام ذرائع ووسائط واسباب میں اللہ کی رحمت ومغفرت حاصل کرنے کا سب سے یقینی ذریعہ محبوبان خدا کا دامن کرم ہے۔اسی ذریعے کو اللہ نے اپنی کتاب آخر میں وسیلہ ٹھہرایا ہے۔حیرت کی بات ہے کہ منکرین وسیلہ دنیا بھر کے اسباب ووسائل بھی ان کے سامنے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں مثلاً اپنی نسل کی افزائش کے لئے بالغ اولاد کا نکاح کرتے ہیں گھر کے افراد کے رزق وتربیت کا ذریعہ ووسیلہ بنتے ہیں بیمار ہوں تو حکیموں کے محتاج ہوتے ہیں۔علم کی تلاش مقصود ہو تو اساتذہ کو واسطہ بناتے ہیں انصاف لینا ہو تو کارکنان حکومت کے آگے فریاد واستمداد کرتے ہیں مگر خدا جانے انہیں خدا والوں سے کیا بیر ہے کہ صرف ان کو وسیلہ بنانے سے انہیں شرک نظر آتا ہو جاتا ہے ان سے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صرف دعائے خیر ہی کروائی جاتی ہے۔جو بندہ ان بزرگوں سے دعا کراتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں معاف فرمائیں اور وہ ہماری تکلیف دور ہو جائے یہ بندہ شرک کا ورد کر رہا ہے نہ کہ شرک کر رہا ہے۔

دو گروہ! اگر جسمانی پیدائش کے لئے ماں باپ ذریعہ ہیں تو روحانی ولادت کے لئے (بفرمان حضرت مجدد قدس سرہ) شیخ کامل وسیلہ ہے اگر ظاہری تربیت (پرورش) والدین کے ذمہ ہے تو روحانی تربیت کے لئے کوئی روحانی مربی بھی ضروری ہے اگر علم ظاہر کے ذرائع ہیں تو علم باطن کے بھی وسائل ہیں اگر جسمانی امراض کے علاج کے لئے حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس ضروری ہے تو روحانی امراض کے لئے روحانی طبیبوں کی خانقاہوں میں حاضری کیوں غیر ضروری ہے اگر دنیا والوں کا سہارا شرک نہیں تو خدا والوں کا سہارا شرک ہو گیا۔کتنا بدنصیب ہے جو دنیا والوں کا ممنون تو بننا پسند کرتا ہے مگر اسے اللہ والوں کا احسان ماننا قطعاً گوارا نہیں۔کتنا خدا دشمن ہے جو مصیبت پڑنے پر دنیا کے کتوں کا کتا ہونا تو پسند کرتا ہے مگر بارگاہ خداوندی کے برگزیدوں کا نیاز مند ہونا اسے ناگوار ہے کتنا کج فہم ہے جو دنیا کے تخت وتاج ومال وزر کی اہمیت تو مانتا ہے مگر مقبولان بارگاہ الٰہی اور ان کے قرب ووصل کی عظمتوں کا باغی ہے کتنا اندھا ہے جس کی آنکھیں دنیائے فانی کے زرق برق سے تو خیرہ ہو گئی ہیں مگر عالم باقی کے تاجداروں کا جاہ وجلال اس کو نظر نہیں آرہا۔کتنا خود غرض اور احسان ناشناس ہے جو دنیا والوں سے دنیا کا معمولی کام لینے کیلئے نہایت خوشامدانہ لہجے میں بندہ بندے کا وسیلہ کا نعرہ لگاتا ہے مگر اللہ والوں سے اللہ کے قرب جیسی دائمی سعادت حاصل کرنے کے لئے اسے وسیلہ بیکار بلکہ شرک نظر آتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ دونوں گروہ وسیع کے قائل ہیں مگر ایک گروہ کی منزل مقصود دنیا ہے اور اس کی ساری تگ ودو اسی دنیا کے حصول کے لئے ہے وہ بظاہر نیک کام بھی کرے تو اس کا مقصود رضائے خداوندی نہیں بلکہ اپنا اعتبار جما کر اور لوگوں کو دھوکہ دے کر دنیا اکٹھی کرنا ہوتا ہے۔اس کی نماز اس کی داڑھی اس کی تکبیر اس کا جہاد سب کچھ دنیا کا مال اکٹھا کرنے کیلئے ہے اگر آپ کو یقین نہ آئے تو کشمیر اور افغانستان کے نام پر چندہ اکٹھا کرنے کو دیکھ لیجیے کتنے ہی ایسے ہیں جن کو دیکھتے ہی دیکھتے کوٹھیاں بن گئیں بنگلے بن گئے اور لاکھوں روپے مالیت قیمتی گاڑیاں مل گئیں۔اور اولیاء اللہ سے ہم مانگیں تو مشرک اور انبیاء و دنیا سے بلکہ ان سے بھی جنہیں ہم مشرک سمجھتے ہیں۔خود مانگیں تو توحید۔بہر حال ان کی ساری دوڑ دھوپ دنیا کے لئے اور دنیا تک ہے سوچیے کیا یہ گروہ بھی اپنے فکر وعمل کی بنا پر اس قوم کا حصہ نہیں جس کے بارے میں قرآن یوں فتویٰ دیتا ہے۔

قل ھل ننبئکم بالاخسرین اعمالا ۔ الذین ضل سعیھم ۔ فی الحیوۃ الدنیا وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا ۔(الکہف) ترجمہ تم فرماؤ کیا ہم تم کو بتا دیں کہ سب سے بڑھ کر ناقص عمل کن کے ہیں۔ان کے جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہو گئی اور وہ اس خیال میں ہیں کہ اچھا کام کر رہے ہیں۔

(جاری ہے)

درس قرآن

دلائل درود سلام

غلام مصطفی مجددی ایم

ارشاد باری ہے

بے شک اللہ اور اس فرشتے اس کے نبی پاک ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اس پر درود بھیجا کرو اور بڑے ادب سے سلام عرض کیا کرو (سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

اشارات

❁ یہ قرآن پاک کی نہایت مشہور ومعروف آیت کریمہ ہے جس میں اللہ پاک نے اپنا اور اپنے فرشتوں کا عمل بیان کیا ہے کہ وہ محبوب پاک سرور لولاک ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اور پھر ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ بھی درود پڑھا کریں اور سلام نیاز پیش کرتے رہیں۔ ❁ اس آیت گرامی کا آغاز جملہ اسمیہ سے ہوا جو دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ ❁ درود وسلام کا عمل وہ عمل ہے جو زمانوں، وقتوں اور حدوں کا پابند نہیں۔ جملہ فعلیہ ہوتا تو عمل ماضی، حال یا مستقبل میں محدود ہوتا۔ یہاں ایسی کوئی بات نہیں، جب خالق کائنات نے اس عمل مبارک کو محدود نہیں کیا تو کسی میں ہمت وجرات نہیں ہونی چاہیے کہ اسے محدود کرے اور کہے کہ فلاں وقت کیوں پڑھتے ہو، فلاں وقت کیوں نہیں پڑھتے؟ نماز، روزہ، حج، زکوۃ انسان کے عمل ہیں اور درود بھیجنا خدا کا عمل ہے، انسان زمان ومکان میں محدود ہے تو اس کے عمل بھی زمان ومکان میں محدود ہیں، نماز کا وقت مقرر ہے، روزہ کا وقت مقرر ہے، حج زکوۃ کا وقت مقرر ہے، جب کہ خدا پر زمانہ جاری نہیں، وہ زمان ومکان سے ماوراء ہے اس لیے اس کا عمل بھی حدود وقیود سے ماوراء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ درود جس وقت بھی پڑھا جائے جائز ہے، اذان کے اول بھی جائز ہے، آخر بھی جائز ہے،

❁ چونکہ درود خالق پاک کا عمل ہے اس لیے اسے اپنے عمل کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے، وہ جس کے عمل کو بھی قبول کرتا ہے اپنے عمل کے طفیل قبول کرتا ہے، اسی سے لیے زبان نبوت نے فرمایا "تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کا محافظ ہے، اور تمہارے رب کی رضا ہے اور تمہارے عملوں کی زکات ہے۔ (سعادۃ الدارین ص ۶۸) یعنی دعا اور عمل مقبول ہی درود کے صدقے ہوتے ہیں۔ ❁ خدا کا درود بھیجنا کیا ہے؟ بخاری شریف کتاب التفسیر میں حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ، سے ہے کہ صلوٰۃ اللہ ثنائہٗ عند الملائکۃ وتعظیمہٗ اللہ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے محبوب کی تعریف کرتا ہے اور اس کی تعظیم بیان کرتا ہے، معلوم ہوا کہ حضور پرنور ﷺ کی تعریف کرنا یہ خدا کی سنت ہے،

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

امام محمود آلوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب پاک ﷺ کا ذکر بلند کر کے، ان کے دین کو غلبہ عطا کر کے اور ان کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کر اس دنیا میں ان کی شان وعزت بڑھاتا ہے، اور محشر میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما کے اور ان کو بہترین اجر وثواب دے کر، اور مقام محمود پر فائز کر کے، پہلوں اور بعد والوں پر ان کی عظمت نمایاں کر کے اور تمام مقربین پر ان کی سبقت ظاہر کر کے اُن کا مقام آشکار فرماتا ہے، (روح المعانی) یہی بات امام ابن منظور علیہ الرحمہ نے بیان فرمائی ہے۔ ❁ خدا ہمیشہ درود بھیجتا رہے گا کیونکہ وہ حی وباقی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کا ذکر بھی ہمیشہ ہوتا رہے گا، اسی لیے ارشاد خدا ہے آپ پر ہر آنے والی گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے، ❁ ملائکہ، میں تمام فرشتوں کا ذکر ہوا۔ کچھ فرشتے حالت قیام میں ہیں، کچھ حالت رکوع میں ہیں، کچھ

حالت سجدہ میں ہیں، کچھ تدابیر کائنات میں مصروف ہیں، کچھ حاملین عرش ہیں۔ غرض وہ جو بھی کریں، درود ان سب کی قدر مشترک ہے۔ ﴿ فرشتوں کا درود پڑھنا کیا ہے؟ وہ حضور ﷺ کے درجات کی بلندی کی دعا کرتے ہیں۔ گویا اللہ کو راضی کرنا ہو تو اللہ کے سب سے بڑے محبوب کا ذکر کرنا چاہیے، ان کے لیے بلندی درجات کی دعا کرنی چاہیے۔ پھر اللہ اتنا خوش ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کے دس گناہ بخش دیتا ہے، دس رحمتیں عطا کرتا ہے اور دس درجے بلند کرتا ہے، جیسا کہ احادیث نبویہ میں بیان کیا گیا۔ ﴿ اللہ اللہ، ہمارے محبوب کا ذکر اتنا اونچا ہے کہ یہ ذکر کرنے والے اونچے ہو جاتے ہیں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ پکار اٹھے ما ان مدحت محمداً بمقالتی لکن مدحت مقالتی بمحمد، میں اپنے مقالوں میں حضور ﷺ کی تعریف کیا کر سکتا ہوں، میں تو حضور کی مدحت سرائی کے طفیل اپنے مقالوں کو بلند کر رہا ہوں۔ ﴿ جملہ اسمیہ میں یصلّون کا صیغہ مضارع خاص لطف دے رہا ہے۔ یہ بھی اس عمل کے دوام ثبوت کا اظہار کر رہا ہے ﴿ النبی سے مراد حضور ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ کیونکہ حضور ہی نبوت ﷺ کے مقام خاص الخاص پر فائز ہیں، یعنی حضور خاصوں میں بھی خاص ہیں۔ خاصہ خاصان رسل ہیں۔ ﴿ نبی کے متعدد معنی ہیں، غیب کی خبریں دینے والا، بلندیوں والا وغیرہ۔ جو حضور ﷺ کو نبی مانتا ہے گویا وہ حضور ﷺ کے عطائی علم غیب کا اعتراف بھی کرتا ہے، نبی کا معنی ہے غیب کے اسرار جاننے والا اس لیے کوئی صیغہ خطاب سے بھی درود پڑھے تو نبی کو معلوم ہو جائے گا۔ فاصلے اس کی نظر کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے فرمایا میں اہل محبت کا درود اپنے کانوں سے سنتا ہوں۔

در نظر بودش مقامات العباد

لاجرم نامش خدا شاہد نہاد

﴿ ایمان والوں کو حکم درود وسلام ہوا، اس کی یہ وجہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے ایمان والے اللہ کے مقرب بن جائیں، اسی لیے ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ مسلمان ہر وقت درود وسلام پڑھتا رہے، وسلموا تسلیما یعنی سلام پر زیادہ زور ہے، حدیث پاک میں ہے جو ایک بار سلام بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ سلام بھیجتا ہے، حضرت قاضی عیاض علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ گھروں اور مسجدوں میں داخل ہوتے وقت حضور ﷺ کی بارگاہ میں سلام نیاز پیش کیا جائے، شارحین شفا نے وجہ بیان کی کہ حضور ﷺ کی روح مبارک اہل ایمان کے گھروں اور مسجدوں میں حاضر ہوتی ہے۔ غیر مقلدین کے نواب صدیق حسن بھوپالی نے بھی لکھا ہے کہ حضور ﷺ روحانی طور پر مصلیان کے درمیان تشریف فرما ہوتے ہیں، اس لیے کہا جاتا ہے کہ السلام علیک ایھا النبی، جو حضرات یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہنے سے پریشان ہوتے ہیں انہیں نماز کے ان الفاظ پر غور کرنا چاہیے، جس محبوب کو نماز میں پکارنا جائز ہے، کیا نماز سے باہر پکارنا حرام ہے، کیا نماز بھی شرک کی تعلیم دیتی ہے؟ ﴿ حاملین عرش کھڑے ہیں اور عرش خدا اٹھا کر بھی ذات مصطفیٰ پر درود بھیجتے ہیں تو کھڑے ہو کر درود پڑھنا فرشتوں کی سنت ہوئی۔ لہٰذا اس پہلو پر بھی اعتراض کرنا جہالت کی دلیل ہے۔ ﴿ احادیث مبارکہ میں مندرجہ ذیل مقامات پر درود وسلام پڑھنے کی بطور خاص تاکید ہے۔ نماز کے بعد، دعا سے پہلے، اذان کے بعد۔ مسجد میں داخل ہوتے اور خارج ہوتے وقت، ہر نیک عمل سے پہلے اور بعد، ہر نیک محفل میں، ہر محفل کے اختتام پر، حضور ﷺ کا نام نامی ادا کرنے پر اور سننے پر، جمعہ کے روز۔ ایک دوسرے سے معانقہ کرتے وقت۔ ﴿ بعض حضرات صرف درود ابراہیمی پر ہی زور دیتے ہیں۔ دوسرے کا انکار کرتے ہیں، یہ ان کی زیادتی ہے۔ بعض کا اقرار اور بعض کا انکار اچھے لوگوں کا طریقہ نہیں۔ سب درود بہتر ہیں، سب ہی پڑھنے چاہیں۔ اس لیے کہ اللہ پاک نے مطلقاً فرمایا ہے درود وسلام پڑھو۔

ہر کہ باشد عامل صلّوا مدام

آتش دوزخ شود بروے حرام

بر محمد می رسانم صد سلام

آں شفیع مجرماں یوم القیام

اللھم صلی وسلم مبارک علیٰ رسولک المبوث رحمتہ للعالمین وعلیٰ الہٖ واصحابہ اجمعینا

درس حدیث

فضائل درود و سلام

غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد مصطفوی ہے

☆ "مجھ پر ہر جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت کرو، کیونکہ یہ یوم مشہود ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں، جو آدمی مجھ پر درود پڑھے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں سے بھی پڑھے، (حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے پوچھا) آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا ہاں میں وصال کے بعد بھی سنوں گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر نبیوں کا جسم مبارک حرام کر دیا کہ وہ اُسے کھائے۔ (جلاء الافہام ص ۶۳) ☆ ہر نبی زندہ ہے، اُسے رزق دیا جاتا ہے (ابوداود مشکوۃ)

☆ تمام نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں (حیات الانبیاء للبیہقی) ☆ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرا وصال ہو جائے گا تو بھی مجھے ہر درود پڑھنے والے کا درود سنائے گا، میں مدینہ میں ہوں گا، اور میری امت مشارق و مغارب میں ہوگی، اور فرمایا اے ابوامامہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو میری قبر میں (ظاہر) کر دے گا اور میں سب مخلوق کی آواز سنتا ہوں گا اور سب مخلوق کو دیکھتا ہوں گا، جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور جو دس مرتبہ پڑھے اس پر سو رحمتیں نازل فرمائے گا۔ (درۃ الناصحین ۲۲۵)

اشارات

☆ جمعہ کے دن درود پاک کی کثرت کرنی چاہیے۔

☆ فرشتے زمین پر اترتے ہیں اور درود والوں کو اپنے فیوض و برکات سے نوازتے ہیں، حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، کا فرمان ہے کہ کچھ نوری فرشتے وہ ہیں جو صرف جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن زمین پر اترتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے قلم اور چاندی کی دواتیں اور نور کے کاغذ ہوتے ہیں، وہ صرف درود پڑھنے والوں کا درود لکھتے ہیں، (سعادۃ الدارین ۶۱) جمعہ کا دن بڑی فضیلت و اہمیت کا حامل ہے۔ اسی لیے اس کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ احادیث مبارکہ کے مطابق جمعہ کو آدم علیہ السلام کی تخلیق اور وصال سے نسبت ہے، تو اس دن کا کیا مقام ہوگا جسے سید ولد آدم ﷺ کی ولادت و رحلت سے نسبت ہے۔

☆ جمعہ عید کا دن ہے تو ولادت محبوب کا دن بھی عید ہے۔

☆ حضور پر نور ﷺ کی سماعت کا عالم دیکھیے۔ عرش سے لے کر فرش تک کتنی مخلوق خدا حضور پر درود بھیج رہی ہے، حضور سب کو سن رہے ہیں اور پہچان رہے ہیں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان   کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

☆ وصال کے بعد یہ سماعت زائل نہیں ہوئی۔ لہٰذا بتوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیتوں سے استدلال کر کے حضور کی سماعت کا انکار محرومی کی علامت ہے۔

☆ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سب نبی ﷺ زندہ ہیں گویا سنتے ہیں، دیکھتے ہیں، تصرف فرماتے ہیں، عبادت کرتے ہیں، یہ احادیث نبویہ کا مضمون ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، مسجد اقصیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے دیکھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو طواف کرتے دیکھا، مسجد اقصیٰ میں سب نبیوں رسولوں کو امامت کرائی، آسمانوں پر ان سے ملاقات کی، حضرت ہارون علیہ السلام کو تلبیہ پڑھتے اور کعبہ کی جانب اونٹنی دوڑاتے دیکھا۔ یہ سب اُمور حیات انبیاء پر دلالت کرتے ہیں۔ مٹی میں ملنے والے تو ایسا نہیں کر سکتے۔ ☆ ہمارے نبی نے فرمایا نبی زندہ ہیں اور چند ملا شور مچاتے ہیں کہ زندہ نہیں، مسلمان تو نبی

مستقیم ۔الانعام ۔۳۹) پس اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنی ذات وصفات کی نشانیوں کو ہی ذریعہ ہدایت بنا کر لوگوں کو اپنی ذات اقدس کا عرفان عطا کر سکتا اور اگر بلاواسطہ انسانوں کی رہنمائی کرنا چاہتا تو بھی اسے کوئی روکنے والا نہیں تھا۔ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا۔ فاطر ۔۲

اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھولے اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔ (کنز الایمان)

لیکن اللہ رب العزت نے ساری قدرتوں کا مالک ہوتے ہوئے بھی نہ تو اپنی ذات وصفات کی نشانیوں کو ذریعہ ہدایت بنایا اور نہ ہی بلاواسطہ انسانوں کی راہنمائی فرمائی وہ تو اس بات پر بھی قادر تھا کہ ہر زمانے میں صرف اپنی کتاب ہدایت کہیں نازل کر دیتا اور اس کی مطبوعہ نقول فرداً فرداً ہر کسی تک پہنچا دیتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا بھی نہیں کیا۔ اب یہاں حیرت واستعجاب کی کوئی ضرورت نہیں اس نے تو وہی کیا جو اس نے چاہا۔ اس نے اپنی ہدایت لوگوں تک پہنچانے کے لیے نبوت ورسالت کو واسطہ بنایا ۔ اپنے خاص بندوں کی ایک عظیم جماعت کا انتخاب فرمایا اور انہیں نبی اور رسول بنا کر عام لوگوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا اور اپنے بندوں تک بلاواسطہ اور براہ راست ہدایت پہنچانے کی بجائے حضرات انبیائے کرام اور رسولان عظام علیہم السلام کا واسطہ کیوں اختیار فرمایا؟ وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس قوت وکمال کے انتہائی اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہے جب کہ انسان نقصان اور کمزوری کے آخری درجہ پر۔ قرآن کریم میں فرمایا۔ ان اللہ قوی "عزیز" (الحدید ۲۵) یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا زور آور سب پر غالب ہے وخلق الانسان ضعیفا (النساء ۔ ۲۸) اور پیدا کیا گیا ہے انسان کمزور گویا اللہ تعالیٰ جو ہر قوت وکمال کا مالک ہے اور انسان جو مجسم کمزوریوں کا پتلا ہے میں کوئی مناسبت ہی نہیں اور اسی عدم مناسبت کے باعث انسان میں اللہ سے براہ راست اور بلاواسطہ فیض لینے کی استعداد ہی نہیں یعنی وہ بلاواسطہ فیض ربانی کا متحمل ہی نہیں۔

> غور کیجیے اگر خدانخواستہ قرآن مجید کو جناب رسول کریم ﷺ کے واسطے کے بغیر کسی جگہ نازل کر دیا جاتا تو اس کے "منزل من اللہ" ہونے کا فیصلہ کون کرتا۔ ہر شخص اپنا مطلب بیان کرتا اور مرادات خداوندی کے مطابق اس کی حتمی تشریح کا تعین نہ ہو سکتا۔ لوگوں کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم دکھانے کے مقصد ہی پورا نہ ہوتا۔ نہ لوگ ایک صراط مستقیم پر جمع ہوئے اور نہ ہی وحدت امت کا نام ونشان ہوتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا رسول اللہ ﷺ کی برکت سے لوگوں کو معرفت خداوندی اور ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور انہی کی برکت سے یہ امت "امت محمدیہ" وجود میں آئی اور خیر الامم کہلائی

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بندے سے بلاواسطہ تعلق قائم نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں میں شک نہیں لیکن اس نے خود سے براہ راست تعلق رکھنے اور فیض حاصل کرنے کی استعداد عام انسانوں میں رکھی ہی نہیں اور خود انسان استعداد کے نقصان کے باعث اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ تعلق کا اہل ہی نہیں۔ اسی عدم اہلیت کی بنا پر انسان کو ہدایت ربانی کے لیے ایک ایسی ذات والاصفات کی ضرورت تھی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان واسطہ بنے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطری کمزوریوں کے پیش نظر اپنے برگزیدہ نبی رسول کو اپنے اور بندے کے درمیان واسطہ بنایا۔ انہیں خصوصی درجات اور استعداد سے نوازا۔ وحی ربانی کو برداشت کرنے کی صلاحیت بخشی اور منصب نبوت ورسالت پر فائز فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ رفیع الدرجت ذو العرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق (المومن ۔۱۵) بلند درجات پر فائز فرمانے والا عرش کا مالک، نازل فرماتا ہے وحی اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے نرفع درجت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم" (یوسف ۔۷۶)

انسان چونکہ فطری طور پر انسانوں سے انس اور مناسبت رکھتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی باہم فطری مناسبت کا لحاظ فرمایا اور انسانوں کو ہدایت ربانی سے فیضیاب کرنے کے لیے انہی میں سے بعض کے درجات کو بلند کیا انہیں کمال استعداد اور عمدہ صلاحیت سے آراستہ کر کے ممتاز کیا اور انہی کو منصب نبوت ورسالت سے سرفراز فرمادیا یعنی جتنے بھی نبی اور رسول ہوئے مبعوث ہوئے سب انسان ہی تھے۔ کسی فرشتہ یا غیر انسانی ہستی کو انسانوں کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہی نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک الذین انعم اللہ علیھم من النبین من ذریۃ ادم (مریم ۔۵۸) یہ وہ (مقدس ہستیاں) ہیں جن پر انعام فرمایا اللہ تعالیٰ نے انبیا (کرام کے زمرہ) سے یہ آدم کی اولاد سے تھے۔ گویا یہ اٹل حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی نبی اور رسول مبعوث فرمائے سب انسان ہی تھے۔ البتہ حضرات انبیاء

ورسل علیہم السلام انسان ہوتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ استعداد کی بدولت عام انسانوں کی نسبت ایسی بلند سطح پر ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بلاواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا سینہ فیض گنجینہ اور قلب انور مورد و مہبط وحی الٰہی ہوتا ہے اور یہ پیغامات الٰہی اور ہدایات ربانی اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ سنیے۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتٰب والمیزان لیقوم الناس بالقسط (الحدید۔۲۵) یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان (عدل) تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں نزل بہ الروح الامین علیٰ قلبک۔ (الشعراء ۱۹۳۔۱۹۴) اتارا ہے اس (کتاب) کو لے کر روح الامین (جبرائیل) نے آپ کے قلب (منیر) پر حضرات انبیاء ورسل علیہم السلام اور عام انسانوں کی استعداد و صلاحیت میں تفاوت کوئی تعجب خیز نہیں پھر بھی اگر کوئی ذہنی الجھن ہو تو ایک قرآنی مثال پر غور فرمائیے کہ اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان فرماتا ہے (یضرب اللہ الامثال للناس۔ النور۔۳۵) اور سنیے وہ مثال جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک نہایت ہی رفیع الشان رسول حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے کوہ طور پر ہمکلام ہوا۔ وہ عجیب کیفیت لذت سے سرشار ہوئے۔ دیدار کی تمنا پیدا ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے حضور مشاہدے کی التجا کر دی قرآن کریم نے فرمایا۔ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا وکلمہ ربہ قال رب ارنی انظر الیک (الاعراف۔۱۴۳) اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا۔ (کنزالایمان) اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ قال لن ترانی۔ (الاعراف۔۱۴۳) فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ: ہم تو دکھاتے ہیں لیکن تم میں استعداد رویت نہیں تم ہمارے دیدار کی تاب نہ لا سکو گے۔ یہ استعداد تو ہم نے کسی اور کو بخشی ہے۔ اب یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر استعداد رویت کسی کو بھی نہ دی گئی تو لن ترانی نہ فرمایا جاتا بلکہ یوں ارشاد ہوتا کہ "لن یرانی احد" مجھے ہرگز کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ معلوم ہوا اگرچہ چشم موسیٰ میں استعداد رویت نہ تھی مگر ایک نورانی آنکھ یعنی چشم مصطفیٰ کو یہ استعداد مرحمت فرمائی گئی تھی۔ ادھر جناب موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے مشاہدہ کی تمنا اور اصرار پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا (الاعراف۔۱۴۳) ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا (تجلی ڈالی) اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش۔ اب جناب موسیٰ علیہ السلام کی ذات والاصفات کو دیکھیے۔ رویت ذات تو کجا رہی تجلی صفات کی بھی تاب نہ لا سکے اور بے ہوش ہو گئے۔ لیکن سیدہ آمنہ کے راج دلارے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جگر پارے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی استعداد و صلاحیت کی شان دیکھیے کہ شب معراج رویت ذات باری تعالیٰ سے شرف فرمائے جا رہے ہیں اور نہ آنکھ جھپکتی ہے نہ دل گھبراتا ہے۔ فرمایا ما کذب الفؤاد ما رای (النجم۔۱۱) دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا ما زاغ البصر وما طغیٰ (النجم۔۱۷) آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث (الضحیٰ۔ پ۳۰) اے محبوب: اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو اور حضور ﷺ فرماتے ہیں جو رب تعالیٰ کے سب سے بڑے راز دان ہیں تحدیث نعمت کے طور پر ہے رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ (مشکوۃ باب المساجد) میں نے اپنے رب تعالیٰ کو بہترین صورت میں دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کی استعداد حاصل ہوئی "وکلمہ ربہ" تو شوق رویت پیدا ہوا لیکن استعداد رویت نہ تھی جب کہ ہمارے حضور نبی مکرم سرور عالم ﷺ کو شرف رویت حاصل ہوا۔ مطلب یہ کہ آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہیں زیادہ استعداد عطا ہوئی۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب تعالیٰ سے ہمکلامی کی استعداد دیگر رسولوں سے بڑھ کر حاصل ہوئی لیکن جو استعداد اور فضیلت ہمارے رسول مکرم ﷺ کو حاصل ہوئی۔ وہ ورفع بعضھم درجٰت" کے مطابق وہم و گمان سے بھی زیادہ ہے اس لئے کہ "درجٰت" میں کوئی حد بیان ہی نہیں ہوئی۔ سنیے آیہ کریمہ۔ ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ لھمت طائفۃ" منھم ان یضلوک (النساء۔۱۱۳) اور اے محبوب اگر اللہ کا فضل و رحمت تم پر نہ ہوتا تو ان میں سے ایک گروہ تم کو راہ راست سے ہٹا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا۔ گویا اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ ﷺ کی طرف متوجہ رہتا ہے، فضل الٰہی دائمی طور پر آپ کے ساتھ ہوتا ہے اور کسی بھی وقت یہ تعلق منقطع نہیں ہوتا۔ یہی حال پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں خصوصی تعلق اور استعداد سے نوازا اور دلائل نبوت اور کتب ہدایت کے ساتھ کرہ ارضی پر آباد مختلف قوموں کی طرف مبعوث کیا پھر ان کے ذریعے سے دیگر انسانوں کو اپنی ہدایت سے فیضیاب فرمایا۔ سنیے ولکل امۃ رسول" (یونس۔۴۷) اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم والمیزان لیقوم الناس بالقسط

(الحدید ـ ۲۵) یقیناً ہم نے بھیجا ہے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں کے ساتھ اور ہم نے اتاری ہے ان کے ساتھ کتاب اور میزان تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ سے پہلے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبران عظام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا جو وقتاً فوقتاً تشریف لا کر لوگوں کو نور ہدایت سے مستفید کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ ان انبیاء ورسل علیہم السلام کی تعلیمات، مقدسہ تحریفات کا شکار ہو گئیں۔ دنیا کفر وشرک اور جہالت وسفاہت کے اندھیروں میں کھو گئی اور ہر طرف گمراہی کا دور دورہ ہو گیا۔ قرآن کریم نے اسے یوں بیان کیا۔ وان کانو من قبلُ لفی ضلالٍ مُبینٍ (الجمعہ ـ ۲) اور اگر چہ وہ اس (رسول کی بعثت) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ غرض جب ہدایت ناپید ہو چکی تھی اور انسان اپنے مقصد حیات، عرفان الٰہی، کو فراموش کر کے مظاہر پرستی میں مبتلا ہو چکا تھا تو اسے معرفت الٰہیہ سے روشناس کرانے اور ہدایت ربانی کی دولت بہم پہنچانے کے لیے رحمت حق جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی خاتم النبیین سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمادیا۔ ارشاد ربانی ہے۔ ھو الذی بعث فی الاُمّیّن رسُولاً مّنھم (الجمعہ ـ ۲) وہی (اللہ) جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول ﷺ انہیں میں سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنی آخری اور عالمگیر کتاب ہدایت قرآن مجید نازل فرمائی اور آپ کو تمام انسانوں کی ہدایت و راہنمائی کا فریضہ سونپا جو آپ نے اس حسن وخوبی سے انجام دیا کہ حق ادا کر دیا۔ فرمایا۔ وانزلنا الیک الذکر لتبیّن للنّاس مانُزّلَ الیھم (النحل ـ ۴۴) اور اتارا ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن (ذکر) تا کہ آپ کھول کھول کر بیان کریں لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے ان کی طرف ان کے رب کی طرف سے یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویُعلّمھم الکتب والحکمۃ (الجمعہ ـ ۲) (رسول ﷺ) پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب وحکمت۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تشریحات قرآنی اور ہدایت انسانی کا جو فریضہ سونپا آپ نے وہ بخوبی پورا کیا۔ مرادات خداوندی کے مطابق قرآنی مطالب ومعانی بیان فرمائے اور نہ صرف لوگوں کا تزکیہ قلب ونظر فرمایا بلکہ کتاب وحکمت کی تعلیم دے کر علم وعرفان میں دنیا بھر کا امام بنادیا اور انسانوں کو خود آگاہ ہی نہیں خدا آگاہ بھی بنادیا۔ اور خدا آگاہ وہ ہوئے جنہوں نے آپ ﷺ کی بیان کردہ تشریحات قرآنی یعنی احادیث طیبہ اور سنن مبارکہ کو حجت جان کر آپ کی اطاعت کو لازم ٹھہرایا۔ انہیں معرفت الٰہیہ حاصل ہوئی (یھدی الیہ) اور انہی کو جنت کی بشارت دی گئی۔ فرمایا۔ اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاءُ ویھدی الیہ من یُنیب (الشوریٰ ـ ۱۳) اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے جسے چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف (اپنی معرفت عطا کرتا ہے) جو رجوع کرتا ہے۔ ومن یُطع اللّٰہ ورسُولہٗ یُدخلہُ جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰرُ (الفتح ـ ۱۷) اور جو شخص اطاعت کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی داخل فرمائے گا (اللہ) اُسے باغات میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں۔ جب کہ وہ لوگ جو مخالفین اطاعت رسول ﷺ اور منکرین حجیت حدیث رسول ﷺ ہیں وہ ہدایت ربانی کے خدائی ذریعہ (نبوت ورسالت) سے بے اعتنائی کے باعث نہ تو عبادات خداوندی کا پسندیدہ طریقہ سیکھ سکے اور نہ معرفت خداوندی حاصل کر سکے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تو انہیں جانوروں سے بدتر بھی فرمایا اور عذاب آخرت کا مژدہ بھی سنایا۔ یاایھا الذین امنوۤا اطیعُو اللّٰہ ورسُولہٗ ولا تو لو عنہُ وانتمُ تسمعُون ولاتکونوا کالّذین قالُو اسمعنا وھم لایسمعون انّ شرّ الدّوابّ عند اللّٰہ الصُّمُّ البُکمُ الّذین لا یعقلُون (الانفال ـ ۲۰ تا ۲۲) اے ایمان والو اطاعت کر اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اور نہ روگردانی کرو اس سے حالانکہ تم سن رہے ہو اور نہ بن جاؤ ان لوگوں کی طرح جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ نہیں سنتے سب جانوروں سے بدتر۔ اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ عقل نہیں رکھتے۔ ومن یُشاقق اللّٰہ ورسُولہ فانّ اللّٰہ شدیدُ العقاب (الانفال ـ ۱۳) اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی تو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ گویا معرفت الٰہیہ جو مقصد انسانی ہے بغیر اطاعت رسول ﷺ حاصل نہیں ہوتی پھر عقل سلیم بھی تقاضا کرتی ہے کہ رسول ﷺ جب خدا کا نمائندہ اور پیغمبر بن کر اس کے بندوں کی طرف تشریف لائے تو اس کے پاس کوئی نامہ ہدایت اور دستور حیات موجود ہو جو اس کی تصدیق بھی کرے اور وہ رسول اس کے مطابق خدا کی مرادات کی طرف لوگوں کی راہنمائی بھی کرے۔ مرسل (بھیجے گئے) کی راہنمائی مرسل (بھیجنے والے) کی راہنمائی قرار پائے اور مرسل یعنی ذات رسول ﷺ کی اطاعت کو مرسل یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا درجہ حاصل ہو چونکہ یہ رسول ﷺ کی راہنمائی کے حتمی اور فیصلہ کن ہونے کے لئے ضروری ہے اور اسی پر معرفت الٰہیہ کا انحصار بھی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم رسول ﷺ کو نہ صرف دستور حیات اور کتاب ہدایت عطا فرمائی بلکہ جملہ مقامات سے بھی سرفراز فرمادیا یعنی مُحمّد" رّسُولُ اللّٰہ (الفتح ـ ۲۹) محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں کتب

انزلنٰہ لتخرج النّاس من الظّلمٰت الی النّور (ابراھیم ۔۱) یہ کتاب ہے ہم نے اتارا ہے اسے آپ کی طرف تا کہ آپ نکالیں لوگوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف من یّطع الرّسول فقد اطاع اللہ (النساء ۔۸۰) جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ غور کیجیے اگر خدانخواستہ قرآن مجید کو جناب رسول کریم ﷺ کے واسطے کے بغیر کسی جگہ نازل کر دیا جاتا تو اس کے ''منزّل من اللہ'' ہونے کا فیصلہ کون کرتا۔ ہر شخص اپنا مطلب بیان کرتا اور مرادات خداوندی کے مطابق اس کی حتمی تشریح کا تعین نہ ہو سکتا۔ لوگوں کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم دکھانے کے مقصد ہی پورا نہ ہوتا۔ نہ لوگ ایک صراط مستقیم پر جمع ہوتے اور نہ ہی وحدت امت کا نام و نشان ہوتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا رسول اللہ ﷺ کی برکت سے لوگوں کو معرفت خداوندی اور ہدایت ربانی نصیب ہوئی اور انہی کی برکت سے یہ امت ''امت محمدیہ'' وجود میں آئی اور خیر الامم کہلائی۔

رسالت بالیقین آئینہ انوار وحدت ہے
رسالت اصل ملت باعث تکوین ملت ہے

ہدایت صرف وہی بات ہے جو رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء کی زبان اقدس سے صادر ہوئی یعنی آپ کے واسطے کے بغیر کسی چیز کا ہدایت ثابت ہونا ممکن ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کو ہدایت اور دین حق دے کر مبعوث فرمایا ہے (ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق) پس علاوہ ازیں گمراہی تو ہے ہدایت ہرگز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ ضرورت نبوت و رسالت اور حجیت حدیث کے قائل نہیں ان کے پاس قرآن مجید کے کلام اور ''منزّل من اللہ'' ہونے پر کوئی دلیل نہیں ذرا سوچیے اگر رسول ﷺ کی ذات اقدس نہ ہوتی (معاذ اللہ) یا آپ کی حدیث یا سنت حجت نہ ہوتی تو ہدایت کے کہتے۔ صراط مستقیم کہاں ہوتی۔ یہ ملت کہاں ہوتی یہ امت کہاں ہوتی۔ نہ کسی کو قرآن کا پتہ چلتا نہ رحمن کی خبر ہوتی اور نہ کسی کو بھی معرفت الٰہیہ نصیب نہ ہوتی۔ گویا ہدایت ربانی اور معرفت خداوندی کا واحد ذریعہ نبوت و رسالت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے آخری نبی اور رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا (بعث فیھم رسولا ۔ ال عمران ۱۶۴) ان پر قرآن پاک نازل فرمایا (انّا نحن نزّلنا علیک القراٰن تنزیلا ۔ الدھر ۔۲۳) انہی کو اس کا شارح مقرر فرمایا (لتبیّن للنّاس ما نُزّل الیھم ۔ النحل ۔۴۴) انہی کی رہنمائی کو صراط مستقیم فرمایا (انک لتھدی الی صراط مّستقیم ۔ الشوریٰ ۔۲) ہدایت کو ان کی اطاعت سے مشروط کیا۔ (وان تطیعوہ تھتدوا ۔ (النور ۔۵۴) اور ان کی اطاعت کو اپنی ہی اطاعت فرمایا (من یّطع الرّسول فقد اطاع اللہ ۔ (النساء ۔۸۰) حتیٰ کہ ان کی رسالت کو اپنی معرفت کا ذریعہ ٹھہرایا (ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ۔ (الفتح ۔۲۸) اور یہی انسان کا مقصد حیات ہے جو رسول خدا سرور انبیاء ﷺ کی تشریف آوری سے پورا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی مکرم رسول معظم ﷺ کو چمکا دینے والا آفتاب بنایا (سراجاً مّنیرا ۔ (الاحزاب ۴۶) اور جیسے آفتاب خود بھی روشن ہوتا ہے اور نور دار ہو کر اشیائے عالم کو بھی روشن کر دیتا ہے۔ جب یہ چمکا تو رات کی تاریکی ہی کافور ہوئی اور مہر و مروت، اخوت و محبت، علم و آگہی اور حقیقت و معرفت کے ابھی پھیل گئے۔ آپ آئے تو نظام عالم میں انقلاب آیا۔ آپ کی ہدایات مبارکہ اور تعلیمات مقدسہ نے بے راہروں کو رہبر، جاہلوں کو عارف اور مظاہر پرستوں کو خدا پرست بنا کر چمکا دیا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے دنیا نور معرفت سے جگمگا اٹھی۔

انوار نبوت سے اب تک دن رات میں اک تابانی ہے
اے مہر درخشاں کیا کہنا اے شمع شبستاں کیا کہنا

جمعہ کے ترک پر وعید! حضور ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کے لئے نہ آیا۔ پھر دوسرے جمعہ کی اذان سنی اور نماز کیلئے نہ آیا اسی طرح مسلسل تین جمعہ تک کرتا رہا اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے. طبع علی قلبہ فجعل قلب منافق اور اس کا دل ایک منافق کا دل بنا دیا جاتا ہے۔ جو مسلمان تجارت میں مشغول رہنے کی وجہ سے جمعہ سے بے پروائی کرے اللہ بھی اس سے بے نیازی برتے گا۔

شرائط جمعہ! جمعہ کی نماز کیلئے چند شرطیں ہیں کہ ان کا ہونا ضروری ہے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو جمعہ نہ ہوگا۔ جس جگہ کوئی شرط مفقود ہو وہاں ظہر کی نماز پڑھی جائے گی (۱) شہر یا شہر کے قائم مقام وہ گاؤں جو اپنے علاقہ میں مرکزی حیثیت رکھتا ہو۔ (۲) وقت ظہر کا ہو۔ (۳) نماز سے پہلے خطبہ ہو۔ (۴) جماعت ہو کہ بلا جماعت جمعہ نہ ہوگا۔ (۵) عام اجازت ہو یعنی وہ جگہ ایسی ہو کہ ہر مسلمان کو بلا تفریق وہاں آنے کی اجازت عام ہو۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ (دین مصطفیٰ از! علامہ محمود احمد رضوی)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ

(مرتبہ = علامہ عبدالحکیم اختر مجددی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ماہ شوال میں پیدا ہوئے آپ عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت ہیں اور تمام مکاتب فکر کے نزدیک لائق ادب و احترام ہیں۔ زیر نظر مضمون میں آپ کے چند افکار عالیہ حصول برکت کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔ تاکہ گمشتگان راہ کو روشنی نصیب ہو سکے۔.........(ادارہ الحقیقہ)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصانیف عالیہ خصوصاً مکتوبات امام ربانی میں بے شمار ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ کہ چند لفظوں میں بہت کچھ فرما گئے۔ کوزے میں دریا کو سمو دیا۔ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۹۱ھ ۱۲۹۲ء) نے صرف اخلاقیات پر فصاحت و بلاغت کا کمال دکھایا تھا لیکن حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت و طریقت کے مسائل کو پند نصائح کی شکل میں جتنے فصیح و بلیغ انداز سے پیش کیا ہے۔ اس کی نظیر شاید ہی کسی دوسرے بزرگ کی تصانیف میں پائی جاتی ہو۔ تبلیغ دین کی خاطر چند ارشادات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق و علیہ التکلان۔

۱)..... انسان کی پیدائش سے مقصود اس کی عاجزی اور انکساری ہے۔

۲)..... جب تک انسان قلبی مرض میں مبتلا ہے اس وقت تک اس کی کوئی عبادت نافع نہیں ہے۔

۳)..... انبیائے کرام نے وحدت وجود کی نہیں بلکہ وحدت معبود کی دعوت دی تھی۔

۴)..... شریعت تمام دنیوی و اخروی سعادتوں کی ضامن ہے۔

۵)..... شریعت کا مقصود نفسانی خواہشات کو زائل کرنا ہے۔

۶)..... صاحب شریعت کی پیروی کے بغیر نجات محال ہے۔

۷)..... سعادت دارین کی دولت سرور کونین کی متابعت پر موقوف ہے

۸)..... آدمی کو کھانے پینے کے لیے نہیں بلکہ عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

۹)..... شریعت کی پیروی اور نبی کی اطاعت نجات اخروی کی ضامن ہیں۔

۱۰)..... دین متین سے فساد کے لزومات کو دفع کرنا ضروریات دین سے ہے۔

۱۱)..... شریعت و طریقت ایک دوسری کا عین ہیں۔

۱۲)..... توحید وجودی تنگ کوچہ ہے جب کہ شاہراہ اور ہے۔

۱۳)..... فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے۔

۱۵)..... دلالت فصوص سے نہیں بلکہ نصوص سے ہوتی ہے۔

۱۶)..... مذہب اہل سنت و جماعت کی بال برابر مخالفت بھی خطرناک ہے۔

۱۷)..... کتاب و سنت کے وہی معنی معتبر ہیں جو علماء اہل سنت نے سمجھے ہیں۔

۱۸)..... جو مذہب سے جدا ہوئے وہ گمراہی اور خرابی میں جا پڑے ہیں۔

۱۹)..... اہل سنت و جماعت ہی ناجی گروہ ہے۔

۲۰)..... اس نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ناجی گروہ میں داخل فرمایا۔

۲۱)..... سب سے بدترین فرقہ وہ ہے جو صحابہ کرام سے بغض و عناد رکھتا ہے۔

۲۲)..... صحابہ کرام پر طعن کرنا قرآن مجید اور شریعت محمدیہ پر طعن کرنا ہے۔

۲۳)..... صحابہ کرام کی پیروی کا پابند صرف اہل سنت و جماعت کا گروہ ہے۔

۲۴)..... صحابہ کرام میں عیب نکالنا پیغمبر خدا کی ذات میں عیب نکالنے کے مترادف ہے۔

۲۵)..... بعض صحابہ میں عیب نکالنا سب کی متابعت سے محروم ہونا ہے۔

۲۶)..... صحابہ کے معاملے میں زبان کو سنبھالنا اور انہیں اچھے لفظوں سے یاد

کرنا چاہیے۔

۲۷)...... تمام صحابہ کرام کی پیروی ضروری ہے کیونکہ اصول میں وہ سب متفق تھے۔

۲۸)...... صحابہ شریعت کے تابع تھے اور ان کا اختلاف حق کی سربلندی کے لیے تھا۔

۲۹)...... تمام صحابہ کرام افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر متفق تھے۔

۳۰)...... خلفائے راشدین کی افضلیت ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے۔

۳۱)...... علماء کی سیاہی قیامت میں شہیدوں کے خون سے وزنی ہوگی۔

۳۲)...... سادات سے حضورﷺ کی قرابت کے باعث محبت رکھنی چاہیے۔

۳۳)...... علماء حق کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند تر ہے۔

۳۴)...... علماء ہی شریعت کے حامل ہیں انہیں ترجیح دینے میں شریعت کا احترام ہے۔

۳۵)...... لوگوں کی نجات علماء کے ساتھ وابستہ ہے۔

۳۶)...... علمائے آخرت کے کلام کی برکت سے توفیق عمل بھی مل جاتی ہے۔

۳۷)...... حقیقت سے واقف کار علماء کی دعا و توجہ کا طالب رہنا چاہیے۔

۳۱)...... حلال و حرام کے معاملے میں ہمیشہ دین دار علماء کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

۳۸)...... تمام نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دین داروں اور شریعت کی پابندی کرنے والوں سے میل جول رکھا جائے۔

۳۹)...... دنیا کی رغبت رکھنا علماء کے چہرے کا بدنما داغ ہے۔

۴۱)...... دولت کے حریص یعنی دنیا دار علماء کی صحبت زہر قاتل ہے۔

۴۲)...... علماء ہی بہترین مخلوق ہیں اور علماء ہی بدترین مخلوق ہیں۔

۴۳)...... بہتر ۷۲ گمراہ فرقے علمائے سوء کی کارگزاری کا زندہ ثبوت ہیں۔

۴۴)...... جسم کو زندہ کرنے کی نسبت قلب کو زندہ کر دینا عظیم الشان امر ہے۔

۴۵)...... پیر حق تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچنے کا ایک وسیلہ ہے۔

۴۶)...... اللہ والوں یعنی علمائے آخرت کی صحبت کبریت احمر ہے۔

۴۷)...... صوفیا کے علوم و معارف اگر کتاب و سنت کے مطابق ہیں تو مقبول ورنہ مردہ ہیں۔

۴۸)...... اولیاء اللہ کے ساتھ بغض و عناد رکھنا زہر قاتل ہے۔

۴۹)...... اللہ تعالیٰ جس کو برباد کرنا چاہے اسے بزرگوں پر طعن، تشنیع میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۵۰)...... ناقص پیر کی صحبت زہر قاتل اور اس کی طرف رجوع کرنا مہلک ہے۔

۵۱)...... شدید ریاضتوں سے بھی وہ بات میسر نہیں آتی جو بزرگوں کی صحبت سے مل جاتی ہے۔

۵۲)...... دنیا دار صوفیا سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔

۵۳)...... جس علم سے عمل مقصود ہے۔ اس کا تحصیل علم فقہ ہے۔

۵۴)...... دشمنان دین سے قولی جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔

۵۵)...... کفار کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنا خلق عظیم میں داخل ہے۔

۵۶)...... اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی ذلت میں ہے۔

۵۷)...... جس قدر اہل کفر کی عزت ہوگی اسی قدر اسلام کی ذلت ہے۔ کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔

۵۸)...... کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا ضروریات دین سے ہے۔

۵۹)...... مسلمان رہنے کے لئے کفر اور کافری سے بیزار رہنا ضروری ہے۔

۶۰)...... فقیر کی نظر میں خدا کے دشمنوں سے بیزاری کے برابر کوئی عمل نہیں۔

۶۱)...... فقیر کی تمنا یہی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں پر سختی کی جائے۔

دلوں کی غذا اور زادِ راہ

بندہ مومن کو ہر حال میں تین امور کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اوامر کی پیروی کرے۔

۲۔ اس کی مناہی (جن چیزوں سے روکا ہے) سے اجتناب برتے

۳۔ اور قضا اور قدر کے سامنے سر تسلیم خم کر دے اور بخوشی اسے قبول کر لے۔

ادنیٰ سے ادنیٰ کیفیت ایمان کا تقاضا ہے کہ بندہ کسی حال میں ان تینوں امور کو دل میں جگہ دے۔ اپنے نفس کو ان کا پابند کرے اور اپنے اعضا و جوارح کو ان کی ادائیگی میں مشغول رکھے۔

از: آداب السلوک

حضرت الشاہ عبد العزیز محدث دہلوی

اعلم المحدثین حضرت الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کا وصال مبارک ماہ شوال میں ہوا۔ آپ تمام مکاتب فکر کے نزدیک نہایت قابل احترام شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کے خاندان نے برصغیر میں علم حدیث وفقہ کی جو خدمت سرانجام دی وہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ لہٰذا درج ذیل مضمون میں آپ کے چند عقائد ونظریات آپ کی کتابوں کی روشنی میں مرتب کیے گئے ہیں۔ (غلام دستگیر احمد)

حضرت الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بارگاہ میں علم و فضل میں تمام مکاتب فکر کے لوگوں نے نذرانہ محبت پیش کیا ہے۔ آپ کی سیرت کے بیان میں ہم نے تمام مکاتب فکر کے مشاہیر کے اقوال نقل کر دیے ہیں۔ اب مزید نقل کرتے ہیں۔ مولانا محمد سرفراز خان گکھڑوی لکھتے ہیں۔ ''بلاشبہ مسلک دیوبند سے وابستہ جملہ حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کو اپنا روحانی پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ بلاشبہ دیوبندی حضرات کے لئے شاہ عبدالعزیز کا فیصلہ حکم آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ (اتمام البرہان ص ۱۳۸) اہل حدیث کے عالم مولوی اشرف سندھو نے آپ کو شمس الھند لکھا ہے۔ (تاریخ تقلید ص ۴۵) اہل حدیث کی دہلی کانفرنس کے خطبہ استقبالیہ میں یہ لکھا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا حلقہ درس حدیث بہت وسیع تھا۔ آپ سے ہزار ہا تلامذہ نے علم حدیث حاصل کیا اور ہندوستان وبیرون ہند کے گوشہ گوشہ میں علم حدیث پھیلایا۔ (اخبار اہل حدیث ۲۱ اپریل ۱۹۲۲ء مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے ان کو استاذ الہند کہا ہے۔ ان کی دقیقہ شناسی اور نکتہ رسی کو مسلم تسلیم کیا ہے۔ (واضح البیان ص ۳۶) اب سوچنے کی یہ بات ہے کہ اب تمام مکاتیب فکر کو ایسی عظیم شخصیت کے عقائد پر متفق ہو کر ملت اسلامیہ کو مستحکم بنانا چاہیے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ آپ کے عقائد کیا تھے۔ نیز یہ جانتے ہیں کہ آپ کے نقش قدم پر کون سا مکتب فکر عمل کر رہا ہے۔ ☆ .... نبی پاک کی ولادت پاک کے وقت ایک نور چمکا جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہؓ پر ملک شام کے شہر نمودار ہو گئے۔ (تفسیر فتح العزیز جلد ۳ ص ۲۱۹) ☆ .... **یاصاحب الجمال ویا سید البشر — من وجھک المنیر لقد نور القمر** ۔ (گویا آپ کے نزدیک حضور کو پکارنا جائز ہے۔) (ایضا جلد ۲ ص ۲۲) ☆ .... حضور کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ (تفسیر فتح العزیز پارہ ۳۰) ☆ .... اللہ تعالیٰ اپنے خاص غیب پر اپنے رسول کو مطلع فرماتا ہے۔ (تفسیر فتح العزیز پارہ ۲۹) ☆ .... نماز عشاء کے بعد حضور کی صورت مبارک کو حاضر وناظر جان کر کوئی بھی درود پڑھنا چاہیے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۳۶۴) ☆ .... یعنی حضور نور نبوت کی مدد سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں۔ نیز وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور وہ کون سا حجاب ہے جس کی وجہ سے وہ ترقی سے محروم رہا۔ بس آپ تمہارے گناہوں، اور اخلاص اور نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے آپ کی گواہی دنیا وعقبیٰ میں امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔ (تفسیر فتح العزیز) ☆ .... حضرت شاہ صاحب نے شیخ احمد زروق علیہ الرحمۃ کا قول نقل فرمایا کہ میں اپنے مرید کی پریشانی کو تسلی دینے والا ہوں جب زمانہ نکبت سے اس پر حملہ کرے۔ اگر تو کسی مصیبت میں گرفتار ہو تو ''یا زروق'' پکار میں فوراً موجود ہوں گا (بستان المحدثین) ☆ .... اے اللہ ہم تجھ سے اس نبی امی احمد کے وسیلے سے سوال کرتے ہیں۔ جن کے بھیجنے کا تو نے وعدہ کیا ہے۔ (التوسل بالنبی ص ۲۰۰) ☆ .... قبر میں شجرہ رکھنا بزرگوں کا معمول ہے۔ (فتاویٰ عزیزی ص ۱۸۱) ☆ .... حق یہ ہے۔ کہ بلند آواز سے ذکر کرنے کا انکار کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ تلاوت قرآن مجید میں صریح جہر ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ ص ۱۷) ☆ .... **ایاک نستعین** کی تفسیر میں فرماتے ہیں ''یہاں سمجھنا چاہیے کہ غیر خدا سے اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اور اسے مظہر امداد خداوندی نہ جانتے ہوئے مدد مانگنا حرام ہے۔ لیکن اگر باطن حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو ان کو مظہر ذات الٰہی جانتے ہوئے اور اسباب وحکمت الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر غیر خدا سے ظاہری امداد طلب کی جائے تو یہ عرفان الٰہی سے بعید نہیں۔ یہ امر شریعت میں جائز ہے۔ اور روا ہے۔ انبیاء اولیاء نے اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے۔ درحقیقت یہ نوع استعانت غیر سے نہیں بلکہ حضرت حق سے

استعانت ہے۔ (تفسیر فتح العزیز) ☆........ بعض اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت وارشاد کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کو اس حالت میں اس عالم کے تصرف کا حکم ہوا ہے۔........ اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل انہی سے چاہتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ حاصل بھی کرتے ہیں اور زبان حال سے یہ کہتے

نبی پاک ﷺ کی ولادت پاک کے وقت ایک نور چمکا جس کی وجہ سے آپ کی والدہ ماجدہؓ پر ملک شام کے شہر نمودار ہو گئے

ہیں "من آیم بجاں گرتو آئی بہ تن" (ایضاً) ☆........ گیارھویں شریف کی حقیقت بیان فرماتے ہیں "حضرت غوث اعظمؒ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ وغیرہ شہر کے اکابرین جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک کلام اللہ کی تلاوت کرتے اور حضرت غوث اعظمؒ کی مدح میں قصائد اور منقبت پڑھتے۔ مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے۔ اور ان کے ارد گرد مریدین حلقہ بگوش بیٹھ کر ذکر جہر کرتے اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی اور اس کے بعد طعام شرینی جو نیاز تیار کی ہوتی تقسیم کی جاتی۔ نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہو جاتے" (ملفوظات عزیزی ص ۶۲) ☆........ دو مجلسیں فقیر کے مکان پر منعقد

یعنی حضور ﷺ نور نبوت کی مدد سے اپنے دین میں ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں۔ نیز وہ جانتے ہیں کہ میرے دین میں وہ کہاں تک پہنچا۔ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ اور وہ کون سا حجاب ہے جس کی وجہ سے وہ ترقی سے محروم رہا۔ پس آپ تمہارے گناہوں، اور اخلاص اور نفاق کو پہنچانتے ہیں۔ اس لیے آپ کی گواہی دینا و عقبیٰ میں امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے

ہوتی ہیں۔ مجلس ذکر وفات، مجلس شہادت حسین۔..... چار پانچ سو بلکہ ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ اگر یہ سب فقیر کے نزدیک جائز نہ ہوتا تو فقیر ان چیزوں پر اقدام نہ کرتا (فتاویٰ ص ۱۷۷) ☆........ قبر پر پھول اور خوشبو رکھنا شرعاً ثابت ہے۔ میت کو سرور ہو سکتا ہے۔ (فتاویٰ ۱۵۲) ☆........ بزرگ کی یاد کے طور پر عرس منانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ایضاً ص ۱۵۱ (ملخصاً) ☆........ ایصال ثواب کے لیے فاتحہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ایضاً ص ۱۵۸ ملخصاً) ☆........ جس کھانے کا ثواب حضرات امامین کو پہنچایا جائے اور اس پر فاتحہ، قل، درود پڑھا جائے وہ کھانا تبرک ہو جاتا ہے۔ اس کا کھانا بہت خوب ہے۔ (ایضاً ص ۱۶۷) ☆........ مشہور محدث شیخ شمس الدین شارح بخاری متوفی ۷۸۲ھ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنی قبر اور اس کے اوپر قبہ بنا لیا تھا۔ (بستان المحدثین ص ۳۰۱) ☆........ حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے حضرت محاملیؒ کے طفیل و برکت سے بلا کو دفع کرتا ہے۔ (بستان المحدثین ص ۳۹) ☆........ تمام افراد امت، حضرت علی اور ان کی اولاد کو پیروں کی طرح جانتے ہیں۔ ان حضرات کے ساتھ امور تکوینیہ کو وابستہ جانتے ہیں ان کے نام کی فاتحہ، درود، صدقات اور نذر و نیاز دلاتے ہیں یہ تمام اولیاء اللہ کا معمول ہے۔ (تحفہ اثنا عشریہ ۲۱۴)

☆☆☆

عرس بزرگان دین

یعنی بزرگان دین کے یوم وفات پر انہیں ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی، نعت خوانی، وعظ کی مجلس، کھانے و شیرینی پر فاتحہ دینا جائز و مباح ہے۔ فرض و واجب نہیں اس طرح عرس کے موقع پر مزار شریف کو سجانے روشنی کرنے چادر و پھول وغیرہ ڈالنے میں بھی حرج نہیں کہ یہ کام اس بزرگ کی عظمت کے اظہار کے لئے کئے جاتے ہیں۔ خلاف شرع کام ہر حال اور ہر جگہ ممنوع ہیں اور بزرگوں کے مزارات کے پاس خلاف شرع کام کرنا اور بھی زیادہ برا ہے۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب رد المختار میں ہے کہ حضور ﷺ ہر سال شہداء کے مزارات پر تشریف لے جاتے تھے۔ خلفائے راشدین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ انصار صحابہ کا بھی یہ طریقہ تھا کہ جب ان کا کوئی آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر جمع ہوتے۔ قرآن پڑھتے (شرح الصدور ص ۱۳۰)۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے والد علیہ الرحمۃ کے انتقال پر تیسرے دن فاتحہ دی۔ فرماتے ہیں کہ ہجوم حساب سے باہر تھا۔ اکیاسی کلام اللہ پڑھے گئے۔ اور کلمہ شریف کا تو کوئی شمار نہیں۔ (ملفوظات عزیزی ص ۸۰)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

ایک سوال کا جواب دیتے ہیں

ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نئے نئے عقائد پھیلا رہے تھے تو کسی شخص نے ان کا نام لئے بغیر ان عقائد کے بارے میں حضرت شاہ صاحب سے فارسی میں سوال کیا۔ آپ نے فارسی میں جواب دیا۔ حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی نے اردو میں ترجمہ کیا اور اطیب البیان میں اسے شامل کیا۔ یہ وہی سوال و جواب ہے۔ (ادارہ)

ترجمہ سوال

ایک بت پرست بت سے مدد مانگ رہا تھا ایک عالم نے منع کیا کہ شرک مت کر بت پرست نے کہا اگر خدا کا شریک جان کر پوجوں تو ضرور شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیسے شرک ہوگا۔ عالم نے کہا قرآن شریف میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو۔ بت پرست نے کہا انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں عالم نے کہا انسان زندہ ہیں اور تیرے بت مثل کہنیا۔ کالکا وغیرہ کے مردہ ہیں کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔ بت پرست نے کہا تم قبر والوں سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو۔ چاہیے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو۔ خلاصہ یہ کہ اہل قبور سے جو تمہارا مقصود مراد ہے ویسا ہی کالکا اور کہنیا کی تصویروں سے ہمارا ہے ظاہری طور پر نہ قبر والے طاقت رکھتے ہیں نہ بت اگر کہو کہ قبر والے قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہوتی ہے اور اگر تم یہ کہو کہ ہم اہل قبور سے کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لیے شفاعت کیجیے تو ہم بھی بتوں سے ایسی استدعا کرتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اگر اہل قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہو تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کے پوجنے سے کیسے باز آ ئیں

جواب ترجمہ! اس سوال میں چند جگہ اشتباہ واقع ہوا اُس سے خبردار رہنا چاہیے تاکہ اللہ کے فضل سے سوال کا جواب اچھی طرح سمجھ میں آئے۔ مدد چاہنا اور چیز ہے اور پرستش دوسری چیز۔ عام مسلمان خلاف شرع اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں ہیں اور پرستش نہیں کرتے۔ بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں۔ پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اُس کے نام کو بطریق تقرب ورد کرے یا اُس کے نام پر جانور ذبح کرے یا اپنے آپ کو اُس کا پجاری کہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ بھی ایسا کرے تو فوراً کافر ہو جائے گا۔ دوسرے مدد چاہنا دو طور پر ہوتا ہے ایک یہ کہ مخلوق دوسری مخلوق سے مدد چاہے۔ جیسے امراء بادشاہ سے نوکر اور فقراء بھی مدد چاہتے ہیں اور عوام الناس اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جناب الٰہی میں ہماری حاجت عرض کیجیے۔ اس طرح کی مدد شرع میں زندہ اور مردہ دونوں سے جائز ہے۔ دوسرا طریقہ مدد چاہنے کا یہ ہے کہ جو چیزیں بالاستقلال جناب الٰہی کے ساتھ خاص ہیں جیسے بیٹا دینا یا مینہ برسانا۔ یا بیماری دور کرنا یا عمر دراز کرنا وغیرہ کسی مخلوق سے چاہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا و سوال کرنا نیت میں نہ ہو (یعنی یہ سمجھے کہ یہ چیزیں یہ بزرگ خود دے دیں گے) اس طرح کی مدد چاہنا حرام مطلق بلکہ کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان کسی زندہ یا مردہ سے اس قسم کی مدد چاہے تو اسلام سے خارج ہو جائے بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم کی مدد اپنے معبودان باطل سے چاہتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں اور یہ بات جو بت پرست نے کہی کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا ہوں یہ بڑے دھوکے اور فریب کی بات ہے اس لیے کہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتے بلکہ شفاعت کے معنی تک نہیں جانتے ان کے دلوں میں شفاعت کا تصور تک نہیں ہوتا۔ شفاعت کے معنی سفارش ہیں۔ سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مطلب کو کسی اور کی خدمت میں عرض کرے اور بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کے وقت نہ یہ سمجھتے ہیں کہ تم پروردگار کے حضور میں ہماری سفارش کردو اور ہماری مراد اُس سے پوری کرادو بلکہ خاص اپنے بتوں سے مطلب کی درخواست کرتے ہیں۔ اور بت پرست کا یہ

بنا کر اہل قبور سے جو تمہارا مقصد ہے وہی ہمارا اکا اور کنہیا کی تصویروں سے ہے۔ یہ بات بھی غلط در غلط ہے اس لیے کہ جو جسم قبروں میں دفن ہیں ان کی ارواح کو ان کے ساتھ ضرور تعلق رہتا ہے اور اس لیے کہ وہ روحیں مدت دراز تک ان جسموں میں رہی ہیں اور بت پرست اپنے معبودوں کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویریں اور پتھر اور درخت اور دریا قرار دیتے ہیں کہ فلاں کی صورت ہے بغیر اس کے کہ ان چیزوں کو ان روحوں کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہو یا ان کے بدن وہاں جلے ہوں اس افترائی قرارداد میں کچھ اثر نہیں۔ ہاں بندوں کا حاجت روا خالق اکبر ہے جو اپنی رحمانیت سے ان کی مرادیں پوری کرتا ہے۔ اور بت پرست نادان سمجھتے ہیں کہ یہ تمام فائدے بتوں نے پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب اپنے بندوں کے حالات جانتا ہے اس کو ان کی اس زندگی میں ان کی حاجت روائی منظور ہے۔ چاہے یہ اپنا مطلب کسی سے مانگیں کر دو دیتا ہے جیسے مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو جانتا ہے اور جب وہ بچہ خدمت گار یا دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو وہ چیز باپ دے دیتا ہے ایسا ہی بتوں کا حال ہے بلکہ اہل اسلام کے قاعدہ کے مطابق اہل قبور سے مانگنے والے کو بھی اللہ ہی دیتا ہے اور سائل نے جو لکھا ہے کہ جب اہل قبور سے مدد چاہنی جائز ثابت ہوئی تو ضعیف الاعتقاد مسلمان ستیلا اور مسانی کو پوجنے سے کیسے باز آئیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور سے مدد چاہنے اور ستیلا و مسانی کے پوجنے میں کئی وجہ سے فرق ہے۔ اول یہ کہ اہل قبور صالحین اور بزرگ لوگ ہیں۔ جن کے حالات خوب معلوم ہیں۔ اور ستیلا اور مسانی محض وہمی جن کی نسبت یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کبھی تھے بلکہ ظاہر معلوم ہے کہ یہ سب ان لوگوں کی خیال بندی ہے دوسری بات یہ کہ ستیلا اور مسانی کو اگر فرض بھی کیا جائے کہ وہ کبھی تھے تو وہ خبیث ارواح اور شیطانی وجود ہوں گے۔ جنہوں نے خلق کی ایذا پر کمر باندھ رکھی ہے (جیسا کہ ہندوؤں کے اعتقاد سے ظاہر ہے) ان کو انبیا، اولیا کی پاک روحوں سے کیا مناسبت۔

تیسری بات یہ ہے کہ اہل قبر سے مدد چاہنا بطریق دعا کے ہے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے ہمارے حاجت روائی کرا دیجیے اور بتوں وغیرہ کی پرستش اس اعتقاد کی بنا پر ہے کہ وہ قادر مستقل ہیں اور یہ اعتقاد کفر خالص ہے نتیجہ یہ نکلا کہ بحمد اللہ تعالیٰ مولوی اسمٰعیل کے قول کا بطلان بخوبی واضح ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ نذروں نیازوں منتوں کا ثواب بزرگان دین کو پہنچانا اور انہیں بارگاہ حق میں اپنا شفیع جاننا بالکل حق اور موافق شرع ہے مولوی اسمٰعیل کا اس کو شرک بتانا باطل اور گمراہی ہے۔

جواب ختم شد

اہل مکہ شریف کی میلاد شریف سے عقیدت! علامہ احمد عابدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور ﷺ کے مولد شریف (جائے ولادت) میں حاضر ہوتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں (جواہر البحار ص صفحہ ۱۱۲۲)

تمام اہل اسلام کا عمل! علامہ سخاوی فرماتے ہیں کہ ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں (سیر حلبیہ صفحہ ۸۰) علامہ علی بن برہان الدین حلبی سیرت حلبیہ میں تحریر فرماتے ہیں بے شک عمل مولد کے لیے ابن حجر نے سنت سے اصل نکالی ہے اور اسی طرح حافظ سیوطی نے ان دونوں نے فقہائی مالکی پر اس کیاس قول میں سخت رد فرمایا ہے کہ (معاذ اللہ) عمل مولد بدعت مذمومہ ہے اور اہل اسلام ہمیشہ محفلیں منعقد کرتے رہے۔ حضور ﷺ کے میلاد مبارک کے زمانے میں غرض کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی تقریب کی دھوم دھام اور شان و شوکت سے منانا جائز ہے اور عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ حتیٰ کہ میلاد کی خوشی سے ابولہب تک کو فیض پہنچا ہے۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو سخت عذاب میں پایا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ عذاب میں مبتلا رہتا ہوں لیکن پیر کے روز جو عذاب میں کمی ہوتی ہے اور جس انگلی کے اشارے سے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنے لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا اس انگلی سے پانی میسر آتا ہے جس سے پیاس بجھتی ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆ (بخاری و سیرت حلبیہ وغیرہ)

غزوہ اُحد کے معجزات

پروفیسر محمد محبوب عارف

شوال المکرم ۳ھ میں میدان اُحد برپا ہوا جس میں کفر اور اسلام کے درمیان ایک جنگ لڑی گئی، اہل اسلام کی قیادت کے لیے رسول اللہ ﷺ بنفس نفیس موجود تھے، اس جنگ میں قدم قدم پر حضور پرنور ﷺ کے اختیارات و معجزات کا ظہور ہوا آیئے ان کا مطالعہ کر کے اپنا ایمان تازہ کرتے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسن انجام کی خبر:۔ گھمسان کی لڑائی جاری تھی، ایک بہادر مسلمان نہایت بے نیازی کے ساتھ کھجوریں کھا رہا تھا، ایک دم آگے بڑھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ۔ اگر میں اس وقت شہید ہو جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا، تو جنت میں داخل ہوگا، وہ بہادر اس فرمان بشارت کو سن کر مست و بیخود ہو گیا، ایک دم کفار کے ہجوم میں کود پڑا اور ایسی شجاعت سے لڑنے لگا کہ کافروں کے دل دہل گئے، وہ اسی طرح جنگ کرتے کرتے جام شہادت نوش کر گیا۔ (بخاری شریف)

ضرب رسول کا اثر:۔ ابی بن خلف نے مکہ میں ایک گھوڑا پالا تھا جس کا نام عود رکھا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ اس پر سوار ہو کر محمد مصطفیٰ ﷺ کو شہید کرے گا، جب حضور ﷺ کو اس کے ناپاک ارادے کی خبر ہوئی تو حضور ﷺ نے بھی اعلان فرمایا کہ انشاء اللہ میں ابی بن خلف کو قتل کروں گا' چنانچہ ابی بن خلف اس گھوڑے پر سوار ہو کر اُحد میں آیا اور حضور کی طرف بڑھا، آپ نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے ایک چھوٹا سا نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا، گردن پر معمولی سا زخم آیا تھا مگر اس کی ہیبت کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے دعوے کرنے والا بھاگ گیا، اس کی تکلیف ناقابل برداشت تھی، لوگ کہتے تھے کہ یہ تو تھوڑی سی خراش ہے، تم اس قدر پریشان کیوں ہو، اس نے کہا یہ تو زخم ہے، وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں سمجھ لیتا کہ میری موت یقینی ہوگی۔ وہ واپسی پر مقام سرف میں مر گیا۔ (زرقانی جلد ۲ ص ۴۵)

قتادہ کی آنکھ:۔ حضرت قتادہ بن نعمان انصاری رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے چہرہ انور کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ دشمنوں کے سامنے کئے ہوئے تھے، ناگہاں ایک تیر ان کی آنکھ میں لگا، آنکھ بہہ کر رخسار پر آ گئی حضور ﷺ نے آنکھ اٹھا کر حلقہ میں رکھی اور دعا کی کہ یا اللہ قتادہ کی آنکھ بچا جس نے تیرے رسول ﷺ کا چہرہ بچایا ہے، مشہور ہے کہ قتادہ کی وہ آنکھ پہلی آنکھ سے زیادہ روشن اور خوبصورت ہو گئی (زرقانی جلد ۲ ص ۴۲)

حضور ﷺ کا کمال صبر:۔ حضور سرور عالم ﷺ کا ہر وصف اپنے حسن کمال کی بدولت ایک آفاقی معجزہ ہے۔ غزوہ اُحد میں کفار مکہ کی جانب سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی، ہر تیر کا نشانہ وہ رخ والضحیٰ تھا جس کی روشنیوں نے عرب کے اندھیرے دور کر دیے اس ظلم کے باوجود زبان نبوت پر یہی دعا جاری تھی رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون، اے اللہ میری قوم کو بخش دے، وہ مجھے نہیں جانتے۔ (مسلم شریف) صبر و استقامت کا یہ عروج حضور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے، جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔

عمرو بن جموع کا واقعہ:۔ حضرت عمرو بن جموع انصاری رضی اللہ عنہ لنگڑے تھے، انہوں نے گھر سے نکلتے وقت دعا کی تھی مولا مجھے واپس آنا نصیب نہ ہو، ان کے چار بیٹے بھی مصروف جہاد تھے، لوگوں نے ان کی معذوری کی وجہ سے انہیں چھوڑنا چاہا تو انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کی کہ انہیں بھی اجازت دی جائے، حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی، وہ خوشی سے اچھل پڑے، اور اپنے ایک بیٹے کے سہارے غزوہ اُحد میں کود پڑے، ان کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ میں جنت کا مشتاق ہوں، دونوں باپ بیٹا شہید ہو گئے، ان کی بیوی نے ان کی لاش اونٹ پر لادی اور مدینہ منورہ کی جانب جانے لگی تو اونٹ ایک قدم بھی مدینہ منورہ کی طرف نہ چلا، اس نے حضور ﷺ سے ماجرا بیان کیا، تو حضور ﷺ نے فرمایا ان کی دعا قبول ہوئی ہے، کہ مجھے واپس آنا نصیب نہ ہو، (مدارج النبوۃ جلد ۲ ص

۱۲۴) نبوت کے یہی وہ عظیم نشانات تھے جن کی برکت سے مسلمانوں کے قدم انتہائی ناگفتہ بہ حالات میں بھی مستحکم رہے۔ اور ان کے ایمانوں کے چراغ کفر کی آندھیوں میں بھی پوری جولانیوں اور تابانیوں کے ساتھ جلتے رہے۔ آج بھی مسلمانوں کو انہی نشانات کا سہارا ہے۔ یہ نشانات و معجزات تقاضا کرتے ہیں کہ ایک مسلمان کو کبھی عظمت رسول کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ حضور ﷺ با اختیار ہیں۔ بے مثال بصارت کے مالک ہیں اور اپنے غلاموں کے حسن انجام سے باخبر ہیں۔ ان اوصاف رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے لیے خطرہ نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور اس کی توحید کا سب سے بڑا ثبوت ہے

اللہ کی عطا کا تو انکار مت کرو
سرکار کی جو شان ہے بیشک عطائی ہے

نعت رسول مقبول ﷺ

شہ رحمت، مہ ختم نبوت یا رسول اللہ
بہر سو ہے ترا فیض محبت یا رسول اللہ

ہدایت جس کو ملتی ہے تری چوکھٹ سے ملتی ہے
برستا ہے ابر عنایت یا رسول اللہ

ازل تیرے ابد تیرے، زمیں تری، فلک تیرے
جدھر دیکھا اُدھر تیری رسالت یا رسول اللہ

تیرا ادنیٰ گدا بھی بادشہ ہے بزم دوراں کا
مسلم ہے تری شان جلالت یا رسول اللہ

تری آمد ہوئی تو کفر و باطل کے صنم ٹوٹے
ترے میلاد سے پھیلی صداقت یا رسول اللہ

رسل بھی تیرے دربار کرم پہ مانگنے آئے
شفاعت یا رسول اللہ، وجاہت یا رسول اللہ

تری عظمت کا پرچم عرش کے ماتھے کا جھومر ہے
مکاں تا لامکاں تیری ریاست یا رسول اللہ

غلام زار کو دشت مدینہ کی رسائی دے
ترے ہاتھوں میں ہے میری حمایت یا رسول اللہ

(غلام مصطفیٰ مجددی ایم۔اے)

خوف خدا اور گناہوں سے اجتناب

اے۔ایم انصاری شکر گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دنیا کے تمام ممالک میں اپنے اپنے مذہب، اصول، ماحول اور معاشرتی نظام کے مطابق قوانین رائج ہیں تمام ممالک کے قوانین میں جرائم کے سد باب اور انسانی جان و مال کے تحفظ کی قدر مشترک ہے۔ جس کے ذریعے ملک میں سکون، آزادی اور امن وامان کی فضا قائم رہتی ہے۔ بدامنی، انتشار، دھاندلی اور جرائم ہونے نہیں پاتے اور جو لوگ ان قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ سزائیں پاتے ہیں۔ ہم نے مجرموں کو اپنے جرموں کی سزائیں پاتے، کوڑے کھاتے اور پھانسی کے پھندے پر لٹکتے دیکھا ہے۔ جس طرح ملک میں برے کاموں اور جرائم کی روک تھام کے لیے قوانین ہیں۔ اس طرح اللہ کی عدالت میں بھی تمام لوگوں کے لیے شریعت میں اچھے برے کاموں کے متعلق اصول بنائے گئے ہیں۔ جن کے ذریعے انسانوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دی گئی ہے برے کاموں سے روکا گیا ہے برے کاموں، جرموں اور گناہوں کی سزاؤں سے آگاہ بھی کیا گیا ہے۔ آپ ملکی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جو غلط کام، برا فعل اور جرم کرتے ہیں ان کی سزا پانے کے لیے آپ کا اس جرم میں پکڑا جانا اور پھر جرم کا ثابت ہونا ضروری ہے ورنہ آپ خواہ لاکھ جرم کریں۔ قتل و غارت اور ظلم وستم کریں آپ کو سزا نہیں مل سکتی۔ اور پھر یہاں ملک کی عدالتوں میں وکیل، دلیل، اپیل کی مدد سے مجرم ہونے کے باوجود رہائی ممکن ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آپ بڑے سے بڑا جرم کر کے رشوت، دولت، اثر رسوخ، سفارش اور دیگر کئی ذرائع سے اس جرم سے صاف بچ کر عدالت سے بالکل بری ہو جائیں۔ لیکن اللہ کا قانون، عدالت ان دنیاوی قوانین اور عدالتوں سے بالکل مختلف ہے۔ اللہ کی عدالت کے سامنے آپ کا سو پردوں میں چھپ کر کیا ہوا جرم بھی نہیں چھپ سکتا۔ آپ نے جو جرم، برا فعل اور گناہ کیا ہے۔ اس سے بچنے کے لیے اور اس کو غلط ثابت کرنے کے لیے وکیل، دلیل اور بحث سے بھی آپ وہاں کوئی مدد نہیں لے سکتے جو جرم آپ نے کیا ہے اس کے آپ مجرم ہیں اس کے ارتکاب سے انکار کی گنجائش نہیں، انحراف ممکن نہیں، وہاں جرم سے بری ہونے کے لیے شفارش، رشوت اور کسی اثر ورسوخ سے بھی کام نہیں چلے گا۔ آپ کو اپنے جرم کی، گناہ کی، برے عمل کی ہر صورت میں سزا بھگتنی پڑے گی۔ سخت سزا سہنی پڑے گی۔ اپنے کئے برے فعلوں کی سزاؤں سے آپ کسی صورت بچ نہیں سکتے۔ اگر آپ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہیں۔ اپنے سامنے مجرموں کو سزائیں پاتے، سرعام کوڑے لگتے اور پھانسی کے پھندے پر لٹکتے دیکھتے ہیں تو پھر آپ گناہ کیوں کرتے ہیں، جرموں سے اجتناب کیوں نہیں کرتے؟ احکام خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے برے فعلوں سے دوری اختیار کیوں نہیں کرتے؟ راہ راستی اختیار کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ کو اپنی عاقبت کا خیال نہیں؟ خدا کا ڈر نہیں؟ اس کی سزاؤں کا خوف نہیں؟ یاد رکھیے: آپ غلط کام کر کے، برے فعل کر کے، جرم کر کے انسانوں کی عدالت سے تو بچ سکتے ہیں...... لیکن اللہ کی عدالت سے کسی طور پر نہیں بچ سکتے۔ اللہ کی طرف سے اعمال بد کی سزا آپ کو ہر صورت میں ملے گی۔ پس خوف خدا کو ذہن میں ہر وقت رکھیے۔ اللہ سے ڈرتے رہیے۔ اور اس خوف اور ڈر کو سامنے رکھتے ہوئے گناہوں سے بچتے رہیے۔ اپنی زندگی احکام خداوندی کے مطابق بسر کیجیے یہی نیک اور سیدھی راہ ہے۔ اور یہی کامیاب زندگی بسر کرنے کا اصول ہے۔

قیامت

قیامت کے دن لوگ اپنی قبروں سے ننگے بدن ننگے پاؤں ناختنہ شدہ اٹھیں گے کوئی پیدل کوئی سوار اور کافر منہ کے بل چلتا ہوا۔ میدان حشر ملک شام کی زمین میں برپا ہوگا۔ زمین ایسی ہموار ہوگی کہ اس کے ایک کنارہ پر رائی کا دانہ دوسرے کنارے سے نظر آئے گا زمین تانبے کی ہوگی۔ آفتاب کا منہ زمین کی طرف ہوگا۔ پسینہ میں نہا جائیں گے اور کافر پسینہ میں ڈبکیاں کھائے گا۔ یہ صورت اس وقت تک جاری رہے گی حتی کہ حساب ختم ہو۔ (دین مصطفی از علامہ محمود رضوی)

فتنہ

وضع احادیث اور اس کے اسباب

پروفیسر محمد شریف (گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بھکر)

☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں قرآن حکیم کے بعد حدیث نبوی ﷺ کی بے حد اہمیت ہے جیسے نزول قرآن کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کی ضرورت تھی محض قرآن کافی نہ تھا۔ ایسے ہی آج بھی محض قرآن مجید کافی نہیں۔ ہم حدیث رسول ﷺ کے بھی محتاج اور ضرورت مند ہیں۔ حضور ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں بہترین عملی نمونے پیش کیے جن کی تقلید کر کے انسان دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن حضور ﷺ کا اسوہ کیا ہے ہمیں قرآن مجید سے اس کا پتہ نہیں چلتا یہ ہمیں صرف حدیث سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ حدیث میں حضور ﷺ کا ہر قول، فعل اور تقریر محفوظ ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ صحابہ کرام دینی احکام کے بے حد حریص، شریعت کی حفاظت میں انتہائی مستعد اور تبلیغ اسلام کے حد درجہ شائق تھے انہیں ہر تکلیف اور مصیبت گوارا تھی مگر یہ گوارا نہ تھا کہ دین اسلام کو معمولی سا بھی کوئی نقصان پہنچے نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ صحابہ کے لئے حکم خداوندی کا درجہ رکھتا تھا۔ جس قسم کے ایمان و یقین کی دولت سے صحابہ مالا مال تھے اس کے ہوتے ہوئے بھلا یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب کر سکتے تھے خصوصاً جب کہ وہ بکثرت زبان نبوی ﷺ سے وعید سن چکے تھے۔ ''من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار'' ترجمہ: جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں تیار کر لے۔'' حدیث کی متداول دینی تعریف کے مطابق نبی کریم ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو حدیث کا نام دیا جاتا ہے تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سنت مسلمانوں کے لئے ہدایت کا اہم ذریعہ، قانون کا دوسرا بڑا ماخذ اور زندگی کے تمام معاملات میں قرآن پاک کے ساتھ مل کر ایک مکمل رہنمائی ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا رہا ہے کہ بعض لوگوں نے حدیث کے متعلق شک وشبہ کی راہ اختیار کی۔ حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ فرماتے ہیں ایک زمانہ میں وضع حدیث کی جو وبا پھوٹی تھی اور جس کو اولوالعزم علماء کی مسلسل و پیہم کوششوں نے ابدی نیند سلا دیا تھا۔ اس کچلی ہوئی مردہ تحریک کو ضد قرار دے کر احادیث نبوی ﷺ کے تمام ذخیرے کو موضوع و ناقابل اعتماد قرار دینے کی سعی کی جا رہی ہے۔ (۲) جس طرح خدائے بزرگ و برتر نے قرآن حکیم کی حفاظت کا انتظام فرمایا اسی طرح احادیث نبوی ﷺ بھی ملاوٹ سے محفوظ ہیں چنانچہ احادیث مبارکہ کی اہمیت کو کم کرنے اور دین اسلام میں شک وشبہ پیدا کرنے کی غرض سے وضع احادیث کا فتنہ کھڑا کیا گیا تاکہ حجیت حدیث پر براہ راست اثر پڑے۔ **وضع حدیث کا لغوی مفہوم:** ۔ ڈاکٹر محمود الطحان اس کی یوں تعریف کرتے ہیں: ''ھو اسم مفعول من "وضع الشیء" ای "حطہ" سمی بذلک لا نحطاط رتبتہ" (۳) **اصطلاحی مفہوم:** ۔ ھو الکذب المختلق المصنوع المنسوب الی رسول اللہ ﷺ (۵) **مقام و مرتبہ:** انواع ضعف کی سب سے بری اور قبیح ترین قسم ہے حتیٰ کہ بعض علمائے حدیث نے اس کو ضعیف کی اقسام میں شمار کرنے کی بجائے ایک مستقل قسم شمار کیا ہے۔ **حکم:** آئمہ حدیث کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب کسی راوی کو حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہو جائے تو اس کے لیے روایت کرنا کسی حال میں بھی حلال نہیں الا یہ کہ وہ حدیث بیان کرنے کے بعد تصریح کر دے کہ یہ موضوع ہے۔

وضع حدیث کا اصل نقطہ آغاز: وضع حدیث کی داغ بیل دراصل اس وقت پڑی جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان اختلافات نے سر اٹھایا اور سبائیوں کی سازش کے نتیجہ میں ان کے باہمی اختلافات کو حرب و پیکار کی صورت دے دی گئی۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ اہل اسلام چھوٹے چھوٹے فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے اس تفرقہ بازی کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ سیاسی اختلافات کو دینی رنگ دے دیا گیا اور سنت نبوی ﷺ کو سیاسی اغراض اور داخلی انقسامات کے لئے آلۂ کار کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔ بعض فرقے اپنے افکار و آراء کی تائید میں حدیثیں گھڑنے لگے۔ اولین عنوان جس کو وضع حدیث کی آماجگاہ قرار دیا گیا "فضائل اشخاص و رجال" تھا۔ لوگوں نے اپنے ائمہ اور قائدین کے فضائل و مناقب پر مشتمل حدیثیں وضع کرنا شروع کیں۔

وضع حدیث کے سدباب میں صحابہ کرام کی احتیاطی تدابیر! جب تک وضع حدیث کا آغاز نہ ہوا تھا صحابہ نے کبھی اس بات کی پرواہ نہ کی تھی کہ راوی کے حالات کی چھان بین کی جائے۔ مگر جونہی اس فتنے نے سر اٹھایا صحابہ نے بھی اس بات کا اہتمام کرنا شروع کر دیا کہ کوئی حدیث صرف اس لئے قبول نہ کر لی جائے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہے بلکہ قبول کرنے سے پہلے اس بات کا پورا اطمینان کر لیا جائے کہ جو کچھ روایت کیا جا رہا ہے اس کا انتساب آپ ﷺ کی طرف صحیح اور درست طور پر ہوا ہے یا نہیں۔ وضع حدیث کا فتنہ عہد رسالت کے بہت عرصے بعد خلافت راشدہ کے بالکل آخری سالوں میں رونما ہوا مگر اس کے ظہور کے ساتھ ہی صحابہ پوری طرح مستعد ہو گئے اور اس بات کا پوری طرح خیال رکھا کہ کسی راستے سے بھی کوئی غلط بات اس طور پر نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو جائے کہ اسے صحیح احادیث سے ممتاز نہ کیا جا سکے۔ خود حضرت علیؓ بھی جن کے فضائل و مناقب پر بکثرت حدیثیں گھڑی جا رہی تھیں اس باب میں ہر امکانی کوشش کو بروئے کار لانے میں انتہائی مستعد تھے۔ سبائی جس قسم کی بے سروپا باتیں خود آپ کی طرف منسوب کر کے پھیلا رہے تھے جب کبھی بھی ان میں سے کوئی بات آپ تک پہنچتی آپ منبر پر پہنچ کر فوراً اس کی تردید برسر عام فرماتے اور ایسے لوگوں سے علی الاعلان اپنی برات کا اعلان فرماتے۔ (۶) آنحضرت ﷺ اور صحابہ و تابعین عظام کے عہد میں احادیث کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی جو کچھ حدیثیں تھیں زبانوں پر تھیں اور اسی طرح ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ اس انداز سے منافقوں اور دشمنان اسلام کو احادیث وضع کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا ان لوگوں نے مسلمانوں میں اختلاط و ربط پیدا کر کے احادیث موضوعہ کی نشر و اشاعت شروع کی اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ **وضاعین حدیث کے مختلف طبقے:** مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے اپنی کتاب "فہم قرآن" میں وضاعین حدیث کے درج ذیل طبقوں کا ذکر کیا ہے۔ بعض وہ لوگ جن پر زہد غالب تھا وہ احادیث کی حفاظت نہیں کر سکے یا ان کی کتابیں ضائع ہو گئیں۔ بعض وہ لوگ تھے جو اگرچہ ثقہ تھے لیکن ان کی عقلوں میں فتور آ گیا تھا اور وہ پھر بھی روایت حدیث سے باز نہیں آتے تھے۔ کچھ ایسے تھے کہ جنہوں نے کوئی غلط روایت نقل کر دی بعد میں انہیں اپنی غلطی کا علم بھی ہو گیا لیکن از راہ سخن پروری انہوں نے رجوع نہیں کیا۔ ان مختلف لوگوں کے علاوہ ایک زندیقیوں کا طبقہ تھا جو قصداً شریعت کو برباد کرنے اور اسلام میں فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے کی غرض سے احادیث وضع کرتا تھا۔ کچھ ایسے لوگ تھے جو کسی خاص عقیدہ و خیال کے پابند تھے اور اس کو لوگوں میں مقبول بنانے کے لئے احادیث وضع کرتے تھے۔ ان کے علاوہ کچھ وہ لوگ تھے جو ترغیب و ترہیب کے لیے وضع حدیث کو جائز سمجھتے تھے اور وہ ایسا کرتے بھی تھے (۷)

وضع احادیث کے اسباب: وضع احادیث کے اسباب مختلف تھے جنہیں مختصراً بیان کیا جاتا ہے **سیاسی جھگڑے:** حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے اختلاف کی وجہ سے خوارج اور شیعہ کے جو دو فرقے پیدا ہو گئے تھے ان کو اپنے اپنے عقیدہ میں اتنا غلو تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں بے تکلف احادیث وضع کرتے پھر بنو امیہ اور بنو عباس میں جو مستقل سیاسی رقابت قائم ہو گئی تھی اس نے اس چنگاری کو ہوا دے کر دہکتی ہوئی آگ بنا دیا۔ اس قبیل میں وہ احادیث شامل ہیں جو عربی عصبیت اور عجمی خود پرستی کی کش مکش کے باعث اختراع کی گئیں۔

کلامی اور فقہی مسائل کا رواج: دوسری صدی کے وسط میں کلامی اور فقہی مسائل کا زور ہوا تو اپنی وجاہت علمی کو نمایاں کرنے کے لئے بعض

لوگوں نے قصداً احادیث وضع کیں اور چونکہ مسلمان ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن وسنت سے چاہتے ہیں اس لئے بعض وضاعین نے اپنے نظریے کی تائید کے لئے جان بوجھ کر حدیثیں وضع کیں اور ان کا عام چرچا کیا۔ **شخصی حکومت کا اثر:** بعض لوگ انعام واکرام لینے اور حکمرانوں کی رضا حاصل کرنے کے لئے بھی احادیث گھڑ لیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ بڑے موقع شناس تھے اور وہ اس طرح احادیث گھڑ کر انعام واکرام لینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے اور ایسے لوگ شخصی حکومت کے استبداد کی وجہ سے ایسی محکومانہ ذہنیت رکھتے تھے کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے سرکار دو عالم ﷺ پر تہمت طرازی سے بھی باز نہیں آتے تھے اور وہ آنحضور ﷺ کی طرف غلط احادیث منسوب کردیا کرتے تھے۔ امام راغب الطباخ لکھتے ہیں'' کچھ ایسے مفاد پرست عناصر بھی تھے جو امراء، خلفاء سے تقرب حاصل کرنے اور معمولی دنیوی متاع کے حصول کی خاطر ان کی خواہشات کے مطابق احادیث وضع کیا کرتے (۸) **گروہ زنادقہ:** وضع حدیث کے اسباب ووجوہ میں سے ایک سبب زنادقہ بھی تھے۔ زنادقہ سے مراد یہ ہے کہ اسلام کو ایک دین ومذہب کے اعتبار سے بنظر کراہت وحقارت دیکھا جائے۔ گروہ زنادقہ نے دین حنیف میں بگاڑ پیدا کرنے، عقلاء اور مہذب طبقے کی نگاہ میں اس کی وقعت کم کرنے اور عوام کے عقائد کو انتہائی پست اور مضحکہ خیز سطح پر لانے کے لیے بہت سی احادیث وضع کر ڈالیں۔

تقرب الی اللہ: نیک کاموں میں ترغیب اور برے کاموں سے نفرت پیدا کرنے کے لئے احادیث وضع کی جاتی ہیں۔ اس قسم کی احادیث وضع کرنے والے لوگ اہل زہد وتقویٰ کہلاتے ہیں۔ واضعین حدیث کی یہ جماعت برائی کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے کیونکہ عام لوگ ان کی وضع کردہ روایات کو ثقہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں اس جماعت میں میسرۃ بن عبدربہ کا نام نمایاں ہے ابن حبان نے ان کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ **طلب رزق واقتصاد:** جیسے بعض لوگ کسب معاش کی خاطر لوگوں کو واقعات وقصص وضع کر کے سناتے ہیں۔ چنانچہ ایسے حیران کن اور عجیب قصص سن کر لوگ ان کو عطایا دیا کرتے جیسے ابوسعید مدائنی۔ **شہرت کا قصد:** بعض ایسے عجیب وغریب اقوال وضع کیے جاتے ہیں جو شیوخ الحدیث میں سے کسی سے منقول نہیں ہوتے۔ ایسے اقوال اپنی غرابت، سند اور سننے میں نئے ہونے کی وجہ سے مقبول ہو جاتے ہیں جیسے ابن ابی وحید اور حماد نصیبی۔ (۹)

موضوع احادیث کی موجودگی سے غلط استدلال: اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ موضوع احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں مگر ان موضوع احادیث کی موجودگی احادیث کے تمام ذخیرے کو ساقط الاعتبار نہیں بنا سکتی۔ وضاعین کی نامراد کوششوں کی وجہ سے حدیث کا تمام ذخیرہ ناقابل اعتبار واستناد قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وضع وکذب کے دریا میں حقانیت وصداقت کے چند قطرے ایسے گھل مل گئے کہ ان کا کہیں سراغ نہ مل سکے۔

> خود حضرت علیؓ بھی جن کے فضائل ومناقب پر بکثرت حدیثیں گھڑی جارہی تھیں اس باب میں ہر امکانی کوشش کو بروئے کار لانے میں انتہائی مستعد تھے۔ سبائی جس قسم کی بے سروپا باتیں خود آپ کی طرف منسوب کر کے پھیلا رہے تھے جب کبھی بھی ان میں سے کوئی بات آپ تک پہنچتی آپ منبر پر پہنچ کر فوراً اس کی تردید برسرعام فرماتے اور ایسے لوگوں سے علی الاعلان اپنی برات کا اعلان فرماتے

محدثین کی احتیاط: جب سے جعلی اور موضوع احادیث کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت سے محدثین اور ائمہ مجتہدین نے اپنی تمام کوششیں اس بات پر مرکوز رکھیں کہ موضوعات کا یہ ذخیرہ کسی راہ سے بھی احادیث کے معتبر اور قابل اعتماد ذخیروں میں نفوذ نہ کرپائے حضرات محدثین نے صحیح اور غیر صحیح کو ایک دوسرے سے ممیز کرنے کے لئے باقاعدہ قواعد وضوابط بنائے۔ جھوٹے اور سچے راویوں کی پہچان کے لیے علم اسماء الرجال ایجاد کیا۔ کھرے اور کھوٹے میں تمیز کے لیے فن جرح وتعدیل مدون کیا۔ پھر ایک ایک حدیث کو جانچا اور ایک ایک راوی کو پرکھا۔ موضوعات کو الگ کردیا۔ معتبرات کو علیحدہ نکال لیا۔ ہر روایت کی سند متعین کی۔ اور ہر راوی کا نام پتہ اور حال سب کچھ منضبط کردیا۔ حضرات محدثین نے حدیث کی صحت اور تنقید کا معیار بھی بتلایا اور موضوعات پر باقاعدہ کتابیں بھی لکھیں۔ انہوں نے ایک ایک واضع حدیث کا پتہ لگا کر اس کا نام رجال کی کتابوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ثبت کردیا۔ ایک ایک جھوٹی اور موضوع حدیث کا کھوج لگا کر احادیث موضوعہ کے

مجموعے مرتب کر دیئے جن میں خوب واضح طور پر یہ بتلایا کہ یہ حدیثیں جعلی ہیں۔ ان کو کوئی اصل حدیث نہ سمجھے جس حدیث پر بھی کلام کیا اور اسکی سند بتلائی پھر اس کے راویوں کے صدق و کذب اور ان کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونے نیز ان کے حافظے کی قوت وضعف پر بحث کر کے نتائج مرتب کئے۔ پھر کسی حدیث پر کوئی حکم لگایا۔ اگر کسی حدیث کے موضوع اور غیر موضوع ہونے میں علمائے حدیث کا اختلاف ہوا تو وہ تمام اختلاف بھی من وعن بیان کر دیا تا کہ ہر کوئی خود پرکھ لے اور کھرا کھوٹا الگ کر لے۔

نقد رواۃ حدیث: راویان حدیث پر نقد و جرح فن حدیث کا ایک عظیم باب ہے اس کے ذریعے علمائے احادیث نے احادیث صحیحہ و سقیمہ کو باہم ممیز و ممتاز کرنے کا ایسا عظیم الشان کام انجام دیا کہ تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مشہور مغربی مستشرق ڈاکٹر سپرنگر لکھتا ہے۔ "دنیا میں نہ کوئی قوم ایسی گزری اور نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال جیسا عظیم الشان فن ایجاد کیا ہو جس سے تقریباً پانچ لاکھ افراد کے حالات محفوظ ہو گئے" (۱۰) محدثین نے اس سلسلہ میں جہد و سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ انہوں نے تمام راویان حدیث کو جانچا پرکھا۔ ان کی حیات، ان کی سیرت حتی کہ ان کی عادات تک کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے ان کے تمام ظاہری و باطنی امور کا بخوبی جائزہ لیا۔ اس راہ میں انہیں نہ کسی کی ملامت کا خوف دامن گیر ہوا نہ کسی لالچ نے ان کا راستہ روکا۔ اس بات سے بچنے کے لئے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کوئی غلط بات کہیں حدیث کا درجہ حاصل نہ کر لے محدثین نے یہاں تک اہتمام کیا کہ اس راوی کی روایت بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا جس کے بارے یہ گمان ہی پیدا ہو گیا تھا کہ شاید بھولے سے یا کسی غلطی کی بناء پر یا کم فہمی یا بدفہمی کے نتیجے میں وہ روایت کی صحت کو برقرار نہ رکھ سکا ہو۔ غرض ایک طرف واضعین تھے تو دوسری طرف محدثین کی مقرر کردہ نقد رواۃ و رجال کی کسوٹی تھی جس نے کھرے اور کھوٹے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے میں ایسا محیر العقول کارنامہ انجام دیا کہ علم سیر و سوانح کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

فتنہ وضع حدیث........

حجیت حدیث کی زبردست دلیل: وضع حدیث خود بڑی زبردست دلیل ہے حجیت حدیث کی۔ اس لئے اگر حدیث حجت نہ ہوتی تو وضع حدیث کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ وضاعین و کذابین اپنے دل سے گھڑی ہوئی باتوں کو حدیث کا نام اسی لئے تو دیتے تھے کہ وہ حدیث کے نام پر قبول کر لی جائیں یوں تو ان کی بات کوئی بھی قبول نہ کرتا مگر لوگوں کے درمیان حدیث کی حجیت چونکہ مسلم تھی اس لئے وضاعین خیال کرتے تھے کہ ہم حدیث کا نام لیں گے تو ہماری بات بھی حجت کے طور پر تسلیم کر لی جائے گی۔ نقل اسی کی گھڑی جاتی ہے جو بازار میں چلتا ہو۔ جس سکے کو بازار میں کوئی قبول ہی نہ کرتا ہو بھلا اس کی نقل بنانے سے کسی کو کیا فائدہ۔ حدیث کا سکہ بازار علم میں چلتا تھا تو موضوع احادیث کے نقلی سکے گھڑے جا رہے تھے۔ جہاں نقلی سکے گھڑنے والے موجود تھے وہاں ایسے ماہر صراف بھی موجود تھے جو جعلی اور اصلی سکوں کی خوب پہچان رکھتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف جعلی سکے بنانے والوں کے نام طشت ازبام کر دیے بلکہ ان کے بنائے ہوئے تمام جعلی سکے بھی الگ کر کے رکھ دیے اور آئندہ آنے والوں کے لئے اس سلسلے میں ضروری معلومات مہیا کر گئے تا کہ کسی بھی مرحلہ پر یہ جعلی اور نقلی سکے دوبارہ رواج نہ پا سکیں۔ غرض موضوع احادیث کی موجودگی ذخیرہ احادیث کو مشکوک بنانے کی بجائے اس کے اور زیادہ محفوظ ہونے کا ثبوت مہیا کرتی نیز اس کو وقیع بنانے کا موجب ہے۔

مراجع و مصادر: (۱) مسلم بن حجاج، القشیری، الجامع الصحیح مسلم، مطبع محمد علی مصر ۱۳۳۴ھ ۸/۲۲۹۔ (۲) محمد کرم شاہ، سنت خیر الانام، ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور، (س ن) ص ۲۶۔ (۳) محمود الطحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث، فاروقی کتب خانہ لاہور (س ن) ص ۸۸۔ (۴) ایضاً۔ (۵) خالد محمود، ڈاکٹر، آثار الاحادیث، دار المعارف لاہور ۱۹۹۵ء، ۱/۸۵۔ (۶) فہیم عثمانی، حفاظت و حجیت حدیث، دار الکتاب لاہور ۱۹۷۹ء ص ۵۲۳۔ (۷) سعید احمد، اکبر آبادی، فہم قرآن، ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء، ص ۱۰۶۔ (۸) راغب الطباخ، تاریخ افکار و علوم اسلامی (مترجم: افتخار احمد بلخی) ادارہ معارف اسلامی کراچی، ۱۹۶۹ء، ص ۳۰۵۔ (۹) محمود الطحان، الدکتور، تیسیر مصطلح الحدیث (مترجم محمد سعد صدیقی) شعبہ تحقیق قائد اعظم لائبریری لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۹۸۔ (۱۰) ابن حجر، عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ انگریزی مقدمہ از ڈاکٹر سپرنگر کلکتہ ایڈیشن (س۔ن)

طلاق ثلاثہ کی مخالفت کس دور میں شروع ہوئی

علامہ غلام مرتضیٰ ساقی مجددی

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور جمہور علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے خواہ یکبارگی یا علیحدہ علیحدہ تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔۔۔ لیکن غیر مقلدین حضرات اس مسئلہ پر فتنہ وفساد بپا کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ یکبارگی دی گئیں تین طلاقیں تین نہیں ایک ہوتی ہے۔۔۔ ان کا یہ فتویٰ قرآن وحدیث اور جمہور اہل اسلام کے خلاف ہونے کے علاوہ خود ان کے اکابر کے خلاف ہے۔۔۔ ایک فتوے کے چند اقتباسات پیش خدمت ہے۔ طلاق ثلاثہ (تین طلاقوں) کے غیر موثر ہونے کا موقف یہودیوں کا تھا۔۔۔ چونکہ مذہب شیعہ، یہودیت کا چربہ ہے لہٰذا شیعہ حضرات نے بھی یہودیوں کی نقل میں یہ مذہب اپنایا۔۔۔ اس کے بعد سات ہجری میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتویٰ صادر کیا۔۔۔ اور ذلت ورسوائی اٹھائی۔ اس فتوے کی تفصیل خود غیر مقلدین حضرات کی کتب میں موجود ہے۔۔۔ ۱۹۳۸ میں جب غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولوی ثناء اللہ امرتسری نے تین طلاقوں کو ایک کہا اور مسلم شریف کی ایک حدیث کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دو سال تک تین طلاقوں کو ایک کہا جاتا تھا کو اس کی دلیل کے طور پر پیش کیا تو

قرآن وحدیث کی روشنی میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور جمہور علمائے اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے خواہ یکبارگی یا علیحدہ علیحدہ تو اس پر اس کی بیوی حرام ہو جائے گی

غیر مقلدین کے ایک دوسرے محدث شرف الدین دہلوی نے ان کے اس فتوے کے بخیے ادھیڑے اور امرتسری کے دلائل کا تانا بانا الگ کر دیا۔۔۔ دہلوی صاحب کے جواب کی چند عبارات درج ذیل ہیں:

وھابی بنام وھابی: قول مجیب مرحوم کہ محدثین کے نزدیک ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی کا حکم رکھتی ہیں۔۔۔ اس استدلال میں چند وجوہ کلام ہے

اول: یہ کہ اس میں مجلس واحد کا ذکر ہی نہیں اور جس روایت احمد میں مجلس واحد کا ذکر ہے صحیح نہیں۔ **دوم:** یہ کہ محدثین نے اس میں کلام کیا ہے، جس کی تفصیل شرح مسلم امام نووی، فتح الباری وغیرہ میں ہے **سوم:** یہ کہ اس میں تفصیل نہیں ہے کہ یہ تین طلاقوں والے مقدمات کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوتا تھا۔ **چھارم:** یہ کہ حدیث صحیح مسلم کی ایسی ہے جیسے دوسری حدیث صحیح مسلم کی جابر بن عبداللہ صحابی سے ہے۔ پس جو اس حضرت جابر کی متعۃ النساء کے جواز وعدم جواز کا جواب ہے وہی جواب اس حدیث ابن عباس کا ہے، اگر یہ جائز ہے تو پھر **متعۃ النساء** بھی جائز ہے۔ ولا یقول بہ المحدثون۔ اور محدثین اسے جائز نہیں سمجھتے **پنجم:** یہ تین طلاقیں بحکم واحد یا متعۃ النساء، با ابالا لوگ بے خبری میں کرتے رہے، جس کی اطلاع نہ رسول اللہ ﷺ کو ہوئی نہ شیخین کو، آخر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا تو منع کر دیا۔ ابن عباس کی اس حدیث پر محدثین نے اور بھی کئی وجوہ سے کلام کیا ہے۔ **ششم:** محدثین کی طرف مجلس واحد میں تین طلاق کو ایک شمار کرنے کی نسبت میں بھی کلام ہے۔ یہ سخت مغالطہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ وتابعین ومحدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس واحد شمار ہونا ثابت

نہیں۔۔۔ ملاحظہ ہو موطا امام مالک، صحیح بخاری، سنن ابوداؤد، سنن النسائی، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، شرح مسلم امام نووی و فتح الباری، و تفسیر ابن کثیر و تفسیر ابن جریر و **کتاب الاعتبار للامام الحازمی فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار**۔ اس میں امام حازمی نے ابن عباس کی مسلم کی اس حدیث کو منسوخ بتایا ہے اور تفسیر ابن کثیر میں بھی الطلاق مرتان (الآیۃ) کے تحت ابن عباس نے جو صحیح مسلم کی حدیث تین طلاق کے ایک ہونے کا راوی ہے، دوسری حدیث نقل کی ہے۔۔۔ ابن جریر نے ابن عباس کی اس حدیث کو آیت مذکورہ کی تفسیر بتا کر اسی کو پسند کیا ہے یعنی یہ کہ پہلے جو تین طلاق کے بعد رجوع کر لیا کرتے تھے وہ اس حدیث سے منسوخ ہے۔ **ہفتم:** یہ ہے کہ محدثین نے مسلم کی حدیث مذکورہ کو شاذ بھی بتایا ہے۔ **ہشتم:** یہ کہ اس میں اضطراب بھی بتایا ہے۔ **نہم:** یہ کہ ابن عباس کی مسلم کی حدیث مذکورہ مرفوع نہیں، یہ بعض صحابہ کا فعل ہے جن کو نسخ کا علم نہ تھا۔ **دھم:** یہ کہ مسلم کی یہ حدیث امام حازمی و تفسیر ابن جریر و ابن کثیر وغیرہ کی تحقیق سے ثابت ہے کہ یہ حدیث بظاہرہ کتب وسنت صحیحہ واجماع اور ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہذا بحث نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ، مجیب مرحوم (مولوی ثناء اللہ امرتسری) نے جو لکھا ہے کہ تین طلاقیں مجلس واحد کی محدثین کے نزدیک ایک ہی کے حکم میں ہیں، یہ مسلک صحابہ تابعین و تبع تابعین وغیرہ ائمہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے۔۔۔ یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے۔ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتوی کے پابند اور ان کے معتقد ہیں، یہ فتوی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم نے **اتحاف النبلاء** میں جہاں شیخ الاسلام کے متفردات مسائل لکھے ہیں، اس فہرست میں طلاق ثلاثہ کا مسئلہ بھی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ جب شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے تین طلاقوں کو ایک مجلس میں ایک ہونے کا فتوی دیا تو بہت شور ہوا۔ شیخ الاسلام اور ان کے شاگرد ابن قیم پر مصائب برپا ہوئے، ان کو اونٹ پر سوار کر کے درے مار مار کر شہر میں پھرا کر توہین کی گئی۔ قید کیے گئے۔ اس لئے کہ اس وقت یہ مسئلہ علامت روافض کی تھی (ص ۳۱۸) **سبل السلام شرح بلوغ المرام مطبع فاروقی دھلی** ص ۱۹۸ اور التاج المکلل مصنف نواب صدیق حسن خان ص ۲۸۲ میں ہے کہ امام شمس الدین ذہبی باوجود شیخ الاسلام کے شاگرد اور معتقد ہونے کے اس مسئلہ میں سخت مخالف ہیں (التاج المکلل ۲۸۸۔۲۸۹) ہاں تو جب کہ متاخرین علماء اہلحدیث عموماً شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد ابن قیم کے معتقد ہیں، اس لئے وہ بے شک اس مسئلہ میں شیخ الاسلام سے متعلق ہیں اور وہ اسی کو محدثین کا مسلک بتاتے ہیں اور مشہور کر دیا گیا ہے کہ یہ مذہب محدثین کا ہے اور اس کے خلاف مذہب حنفیہ کا ہے۔ اس لئے ہمارے اصحاب فوراً اس کو تسلیم کر لیتے ہیں اور اس کے خلاف کو رد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ فتوی یا مذہب آٹھویں صدی ہجری میں وجود میں آیا ہے۔ (شرفیہ بر فتاوی ثنائیہ جلد اول ص ۲۱۶، ۲۲۰)

> طلاق ثلاثہ (تین طلاقوں) کے غیر موثر ہونے کا موقف یہودیوں کا تھا۔۔۔ چونکہ مذہب شیعہ یہودیت کا چربہ ہے لہذا شیعہ حضرات نے بھی یہودیوں کی نقل میں یہ مذہب اپنایا۔۔۔ اس کے بعد سات ہجری میں ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فتوی صادر کیا۔۔۔ اور ذلت و رسوائی اٹھائی

خلاصۃ الکلام: غیر مقلدین حضرات کے محدث شرف الدین دہلوی کی اس گفتگو سے مندرجہ ذیل باتیں روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہیں۔ (1) کہ تین طلاقوں کو ایک طلاق کہنے پر وہابی حضرات جو مسلم شریف کی حدیث پیش کرتے ہیں اس میں مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر کلام ہے۔ ☆اس روایت میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں جس سے واضح ہو کہ ایک مجلس (ایک جگہ) کی تین طلاقیں ایک طلاق کے حکم میں ہیں۔ ☆مسند احمد کی جس روایت میں ایک مجلس کا ذکر ہے وہ صحیح نہیں۔ ☆حدیث مسلم میں اس بات کی بھی وضاحت نہیں کہ رسول اکرم ﷺ تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے کا فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔ ☆صحیح مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ صحابہ زمانہ نبوی، دور صدیقی اور خلافت فاروقی کی ابتداء میں متعہ کیا کرتے تھے۔ اب اس روایت کے پیش نظر متعہ کو جائز کہا جاتا۔ جب

متعہ کے جواز کا قول نہیں کیا جا سکتا تو طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق کو ایک طلاق بھی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ☆اصل بات یہ ہے کہ متعہ کا مسئلہ ہو یا طلاق ثلاثہ کو ایک کہنے کا مسئلہ یہ عام حضرات بے خبری اور ناواقفیت کی بناء پر کرتے تھے۔ ان میں سے کوئی شخص بھی اپنا مقدمہ نہ تو حضور ﷺ کے پاس لے کر آیا اور نہ ہی دربار صدیقی میں پیش ہوا اور نہ ہی ابتدائی دور خلافت عمر میں کوئی ایسا مسئلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت میں فیصلہ پذیر ہوا۔ جب حضرت عمر فاروق کو ان دونوں گروہوں (طلاق ثلاثہ کو ایک کہنے والے اور متعہ کے جواز کے قائلین) کے متعلق خبر ملی تو آپ نے انہیں حکم شرعی بتاتے ہوئے واضح کر دیا کہ عورتوں سے متعہ کرنا بھی منع ہے اور تین طلاقوں کو ایک طلاق کہنا بھی غلط اور ممنوع ہے یعنی انہوں نے اپنی طرف سے قانون نہیں بنایا تھا بلکہ صرف اللہ و رسول ﷺ کا حکم ہی سنایا تھا۔ ☆کتاب الاعتبار میں امام حازمی نے حدیث مسلم کو منسوخ کہا ہے۔ ☆امام ابن جریر اور امام ابن کثیر نے حضرت ابن عباس کی روایت کردہ حدیث (تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی) کو نقل کر کے اسی بات کو واضح کیا ہے کہ مسلم شریف میں مروی روایت منسوخ ہے کیونکہ تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے والی روایت قرآن کی آیت الطلاق مرتان (الایہ) کی تفسیر ہے۔ ان اماموں نے اسی تفسیر کو پسند کیا ہے۔ ☆مسلم شریف کی روایت کو محدثین نے شاذ بھی کہا ہے۔ ☆حدیث مسلم میں انطراب بھی ہے۔ ☆مسلم شریف کی یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ یہ صرف چند صحابہ کا عمل تھا۔ وہ بے خبری میں اس پر عمل پیرا تھے۔ ☆امام حازمی، امام ابن کثیر اور امام ابن جریر کی تحقیق کے مطابق حدیث مسلم سنت صحیحہ، اجماع صحابہ اور ائمہ محدثین کے خلاف ہے لہٰذا حجت نہیں۔ تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کی نسبت محدثین کی طرف کرنا

یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے۔ جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتوٰی کے پابند اور ان کے معتقد ہیں، یہ فتوٰی شیخ الاسلام نے ساتویں صدی ہجری کے اخیر یا اوائل آٹھویں صدی میں دیا تھا تو اس وقت کے علمائے اسلام نے ان کی سخت مخالفت کی تھی

بھی غلط ہے (جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کہتے ہیں)

(2) طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے کی نسبت محدثین کی طرف کرنا سخت مغالطہ ہے۔ صحابہ کرام کے زمانہ مبارکہ سے لے کر سات سو سال تک صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، اور محدثین میں سے کوئی بھی تین طلاقوں کو ایک نہیں کہتا تھا۔ کہ یہ مسلک صرف ابن تیمیہ نے گھڑا تھا۔ جب کہ غیر مقلدین حضرات لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اسے محدثین کا مذہب بتاتے ہیں اور تین طلاقوں کو تین شمار کرنا صرف احناف کا مذہب ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینا ابن تیمیہ کا فتوٰی ہے۔ اور تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنا ابتداء سے لے آج تک تمام اہل اسلام کا نظریہ ہے۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ آپ ابن تیمیہ کی پیروی کرنا چاہتے ہیں یا اسلام کی-----

فاعتبروا یااولی الابصار

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بھارت سے یار

[redacted]

گھنا کھجور کا سایہ کب تھا
سانپ نے رس ٹپکایا کب تھا

امن کی بات کرے کیوں بھارت
وہ اچھا ہمسایہ کب تھا

اپنے ظلم پہ کیوں ہو نادم
ڈھیٹ ہے وہ شرمایا کب تھا

امریکہ سے آس وفا کی
اس نے ساتھ نبھایا کب تھا

چین ہے سچا دوست ہمارا
اس نے ہمیں ٹھکرایا کب تھا

بعض آئے گا پٹ کر بھارت
پٹے بنا بعض آیا کب تھا

کیسے دکھ کشمیر کا بھولیں
ہم نے اسے بھلایا کب تھا

بھارت ہے اک اگن پجاری
اس نے باغ اگایا کب تھا

دھمکی سے یہ مرد مسلمان
شیر ہوا گھبرایا کب تھا

یو این او سے بیتے کل بھی
فیض کسی نے پایا کب تھا

کیا سمجھائے گا بھارت کو
اس نے اسے سمجھایا کب تھا

روشن پاکستان رہے گا
چاند مرا گہنایا کب تھا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہمارے بگاڑ کا ذمہ دار کون؟

علامہ سعید احمد مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گم کردہ راہ قافلہ: امت مسلمہ کی موجودہ صورتحال پر طائرانہ نظر ڈالیں تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ اُمت قرآن میں بیان کردہ امت سے مختلف ہے۔ وہ قوم جس کو قرآن نے اُمت وسط اور ملت واحدہ کا لقب دیا۔ وہ اپنی اصل منہاج سے ہٹ کر دائیں اور بائیں بازو میں بٹ چکی ہے اور وحدت فکر و نظر کی بجائے استعماری قوتوں کی پالیسی کے تحت مختلف دھڑوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ قوم جو دنیا کی قیادت و امامت کے لیے معرض وجود میں آئی تھی وہ آج قرآن اور مذہب سے رہنمائی حاصل کرنے کی بجائے یورپ کی غلامی پر رضامند ہو گئی ہے۔ جس کی بنا پر اس کی حیثیت ایک گم کردہ راہ قافلہ کی ہو چکی ہے۔ جس کے سامنے نہ کوئی نصب العین باقی رہ جاتا ہے اور نہ ہی کسی بلند منزل تک رسائی کا جذبہ پیش نظر ہوتا ہے۔

وائے قومے کشتہ تدبیر غیر
کار او تخریب خود تعمیر غیر

پاکستان تو بن گیا: ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو اسلامی دنیا کے نقشے پر ابھرنے والا پاکستان اپنی تاریخی حدود کے آئینے میں ان ہی حالات کے ردعمل کے طور پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہی اس کا جذبہ محرکہ تھا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس میں امت مسلمہ کے ہزاروں علماء و مشائخ کی موجودگی میں حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور حضرت محدث کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہم نے اعلان کیا تھا کہ اگر مسلم لیگ پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار بھی ہو جائے تو اہل سنت کے علماء و مشائخ مطالبہ پاکستان سے ہرگز دستبردار نہ ہوں گے۔ پاکستان تو بحمدہ تعالیٰ بن گیا، مگر پاکستان بنتے ہی اس کے وجود کے خلاف سازشوں کے جال بچھ گئے بنانے والے تو علماء حق بے لوث تھے وہ روایتی بے غرضی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے خالص دینی اور روحانی کاز کے لیے مسجدوں اور خانقاہوں میں جا بیٹھے لیکن

نیرنگی سیاست دوراں تو دیکھیے
منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

ہماری بے تدبیری: نظریہ پاکستان کے مخالفین، استعماری طاقتوں کے ایجنٹ لادینی افکار و نظریات کے علمبردار اور مکار عیار عناصر چپکے سے ہماری صفوں میں گھس آئے اور ہماری بے تدبیری معاملہ نافہمی اور لاپرواہی کے باعث پاکستان کی بساط سیاست و حکومت پر قابض ہو گئے تاریخ میں اکثر ایسا ہوتا رہا ہے کہ اسلام دشمن اور فریب کار لوگ ہمارے کندھوں پر سوار ہو کر، ہمارے نعروں کی گونج میں ہیرو بن بیٹھے۔ اسلام کا محض لبادہ اوڑھا اور اسلام اسلام کا ورد جاری رکھا اور دل میں اس کے خلاف سکیمیں بناتے رہے جونہی اقتدار کے پنجے مضبوط ہوئے۔ اسلام کا نقاب اتار کر اپنے حقیقی روپ میں سامنے آ گئے۔ ترکستان میں کمال اتاترک، پاکستان میں مجیب الرحمان، افغانستان میں ظاہر شاہ اور ایران میں شہنشاہ رضا شاہ پہلوی اور شام میں حافظ الاسد اور لیبیا میں کرنل قذافی اسی قبیلے کے افراد ہیں۔

پاکستان لادینی یلغار اور مغربی افکار کی لپیٹ میں: پاکستان کی عنان اقتدار زیادہ تر ان لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جو تعلیم مغرب اور تہذیب افرنگ کے پروردہ و زلہ خوار تھے۔ ملک میں غیر اسلامی مذموم اور مسموم لٹریچر درآمد کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں پاکستانی قوم کے عقائد و خیالات، افکار و احساسات، سیاسیات و اقتصادیات کے سانچے بدلتے، زندگی کے نئے نئے تصورات جنم لیتے رہے۔ بالآخر زندگی کا ہر گوشہ افکار مغرب کی لپیٹ میں آ گیا لادینیت کی یلغار ہوئی، فلسفہ و تاریخ کی مادی تعبیرات ہوئیں۔ مذہب و اخلاق کی معاشی توجیہات ہوئیں دین اور سیاست، مسجد اور سکول، مولوی اور مسٹر کے

مابین حد فاصل قائم کردی گئی۔ انسانی مسائل۔ فیکٹریوں، تجربہ گاہوں، کلبوں، ہوٹلوں اور اعداد و شمار کے دفتروں میں حل ہونے لگے، روحانی خصوصیات رخصت ہوئیں۔ مادی ترقیات کا غلبہ ہوا۔ عورت اور دولت کے رجحانات عام ہوئے، مصنوعی حسن کی نمائش اور مست جوانی کی تسکین کے سامان ہوئے ہوس کی حکمرانی ہوئی، بنگلہ و فرنیچر، کلب و پارک، شراب و کباب، رقص و سرود کوٹھی کار، سینما تھیٹر، کیمرہ اور ٹیلیویژن، ریڈیو ٹرانسسٹر، ریفریجریٹر و ایرکنڈیشنز کی فروانی ہوئی، عشرت خانوں میں پھولوں کی سیجیں بچھنے لگیں، کلبوں اور ہوٹلوں میں عزتیں اور عصمتیں بکنے لگیں اسمبلیاں ہوس رانی کی زنجیریں بنیں، چہروں پر غازہ مے ناب کی لطافتیں اور آنکھوں میں سرمہ برق پاش کی حرارتیں رقص کرنے لگیں، مغنیات اور گلوکاروں کو انعامات اور تمغے دیئے گئے۔ اہل علم و ادب اور ارباب دانش کی تذلیل و توہین کی گئی۔ سکولوں اور کالجوں میں مغربی نظام تعلیم کے ذریعے مسلم قومیت کی خاموش نسل کشی کی گئی۔ نسلی اور لسانی فسادات کی راہ ہموار کی گئی۔ روس، اسرئیل اور بھارت کے ناپاک گٹھ جوڑ سے ان کے سازشی منصوبے آئے دن تازہ رخ بدلتے رہے۔ نظریہ پاکستان پر ضرب کاری لگانے کے لیے بنگلہ دیش، سندھو دیش پختونستان کی اصطلاحات ایجاد ہوئیں۔ سرحدی گاندھی مجیب الرحمان جی ایم سید کی ضیافتیں اور عیادتیں ہوتی رہیں۔ سوشلزم، کمیونزم، سیکولزم اور کیٹپلزم جیسے نظریات کو پذیرائی دی گئی، ختم نبوت کے بنیادی اسلامی عقیدے کے منکرین کو کلیدی آسامیوں پر تعینات کیا گیا۔ جو ملک توڑنے کی سازشوں کو عملی جامہ پہناتے رہے ملوکیت اور جمہوریت کے غیر اسلامی نظریات کو مقدس دستاویز قرار دیا گیا، غیر اسلامی مغربی طرز انتخاب اپنایا گیا، اسمبلیاں تجارت کی منڈیاں بنیں کرسی صدارت کو باپ، دادا کی جاگیر سمجھ لیا گیا، اسلامی معیشت کی بجائے سرمایہ دارانہ نظام کو فروغ دیا گیا، غریب عوام پر ظلم و ستم کے ذریعے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا،

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

اور پاکستان دوٹکڑے ہو گیا: فوجی جرنیلوں کو بھی سیاست اور حکومت کا شوق دامن گیر ہوا۔ مارشل لاء نافذ ہونے لگے، محلاتی سازشیں ہونے لگیں فارمولے بنتے اور بدلتے رہے، معاہدے طے ہوتے اور ٹوٹتے رہے۔ ”ادھر تم ادھر ہم“ کے نعرے بلند ہوئے۔ بالآخر ۱۹۷۱ کی پاک بھارت جنگ میں ۹۰ ہزار سے زائد پاکستانی فوجی بھارت کے سامنے ہتھیار ڈال کر تاریخی اور عبرت ناک ذلت و شکست سے دوچار ہوئے اور پاکستان دوٹکڑے ہو گیا۔

آج کا پاکستان: باقی ماندہ پاکستان بھی معاندین کی ریشہ دوانیوں کا اڈہ بنا ہوا ہے صیہونی اور مغربی استعمار پاکستان کے مسلم معاشرے کو سیکولر بنانے اور اس کی اسلامی غیرت اور دینی حس کو ختم کر دینے پر تلا ہوا ہے، اب پاکستان کے دشمنوں کا اولین نشانہ صوبہ سندھ ہے، اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پاکستان کو مجاہدین افغانستان و کشمیر کی مادی و اخلاقی امداد نہ کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تاکہ مسلم امہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ غرض اس وقت پاکستان کو اندرونی و بیرونی طور پر لاینحل اور لامتناہی مسائل درپیش ہیں۔ گویا پاکستان مسائلستان بن چکا ہے، پاکستانی قوم ایک فیصلہ کن موڑ پر کھڑی ہے۔ پورا معاشرہ سسکیاں لے رہا ہے، دم توڑ رہا ہے۔ شاید پاکستان کی تاریخ میں اتنا نازک وقت اس سے پہلے نہ آیا ہو گا لیکن بدقسمتی کی انتہا ہے کہ ہمارے ملک کے ☆ حکمران ہیں جن کا شیطانوں سے سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ ☆ سیاستدان ہیں، جن کا حکمرانوں سے سمجھوتہ ہو چکا ہے۔ ☆ سرمایہ دار ہیں، جن کی عیاشی کی داستانیں ضرب المثل ہیں۔ ☆ زمیندار ہیں، جن کے آہنی شکنجوں میں کاشتکار کراہ رہے ہیں۔ ☆ علماء ہیں، جن کے دماغ جواب دے چکے ہیں۔ ☆ مشائخ ہیں، جن کے دل سرد ہو چکے ہیں۔ ☆ طلباء ہیں، جن کے دیدے بے دید ہو چکے ہیں۔ ☆ وکلاء ہیں، جن کے شکم قارون خانے ہیں۔ ☆ ڈاکٹر ہیں، جو رحم اور ہمدردی کے جذبے سے عاری ہیں۔ ☆ پولیس افسران ہیں، جو انسان نما بھیڑیے معلوم ہوتے ہیں۔ ☆ صحافی اور اخباری نمائندے ہیں، جو قلم و کاغذ کی آبرو بیچتے ہیں اور بلیک میلر ہیں۔ ☆ مذہبی اور سیاسی طبقے ہیں، جو باہم دست و گریباں ہیں۔ ☆ دانشور ہیں، جو فکر و دانش کے قاتل اور تعلیم مغرب کے فریب خوردہ ہیں۔ ☆ تاجر ہیں، جو انسانوں کا خون پی رہے ہیں اور مردوں کی ہڈیاں تک چوس رہے ہیں۔ ☆ نوکر شاہی جو آدم خور درندوں کی فوج ظفر موج ہے۔ ☆ غریب عوام ہیں، جن کی روحیں مردہ اور جسم افسردہ ہیں، ☆ یتیم بچے اور بچیاں ہیں، جن کے آنسو خشک ہو چکے ہیں۔ ☆ دوشیزائیں ہیں، جو حسرت و حرمان کی تصویریں ہیں۔ ☆ بیٹیاں اور مائیں ہیں جن کی عزت و آبرو کے نازک آبگینوں کو بزم عیش کے کھلونے بنا

دیا گیا۔☆عدالتیں ہیں اور کچہریاں ہیں، جہاں رشوت کی حکمرانی ہے اور عدل وانصاف کند چھری سے ذبح ہو رہا ہے۔ ☆ کالج یونیورسٹیاں ہیں، جہاں نوکروں، تنخواہ داروں، منشیوں اور کلرکوں کی کھیپ تیار ہو رہی ہے۔☆ تحصیلیں اور تھانے ہیں، جہاں قیمتی جانوں کی بولیاں ہوتی ہیں اور عزت وآبرو کے سودے ہوتے ہیں۔☆ حوالاتیں اور جیلیں ہیں، جہاں مجرموں کی پرورش وحفاظت ہوتی ہے۔☆ مسجدیں اور مدرسے ہیں جہاں سے اتحاد ومحبت کی بجائے انتشار ونفرت کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔☆ خانقاہیں اور آستانے ہیں جہاں سے پاک دل صوفیوں کی بجائے دھمالیے گورکن اور کفن چور سر اُبھار رہے ہیں۔ غرضیکہ پاکستانی قوم کے تخلی و فکری قوی مضمحل اور معطل ہیں علمی اور عملی صلاحیتیں زنگ آلود ہیں، زندگی کے تمام شعبے مادیت کے شجر خبیثہ کے برگ وبار ہیں جو افراط وتفریط کی مسموم ہواؤں سے خزاں رسیدہ ہو چکے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان تمام خرابیوں کا اصل ذمہ دار کون ہے۔ ہمارے خیال میں اس تمام ضعف و بگاڑ اور جمود وتعطل کے ذمہ دار چار طبقے ہیں (۱) حکمران (۲) سیاسی قائدین وارباب دانش (۳) علماء ومشائخ (۴) عوام۔ درحقیقت ذمہ داری میں تمام طبقے برابر کے شریک ہیں جس کے پاس جتنی قدر واسطہ ہے اس پر اسی قدر ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ صاحب اختیار حکام کی ذمہ داری بے اختیار عوام سے زیادہ ہے، عالم کی ذمہ داری جاہل سے زیادہ ہے، صاحب اختیار متمول کی ذمہ داری محتاج ونادار سے زیادہ ہے۔ "کلکم راع وکلکم مسئول" عن رعیتہ فرمان نبوی اسی مفہوم پر دال ہے چونکہ ذمہ داری بقدر اختیار واقتدار ہوتی ہے۔ قرآن نے صاحب ایمان حکمرانوں کی یہ صفت بیان فرمائی ہے الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر یہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار عطا کریں تو وہ نماز قائم کرائیں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔

حکمرانوں کی ذمہ داری: اس میں کوئی شک نہیں کہ حکمران حالات اور معاملات کی شکست وریخت کے سب سے زیادہ ذمہ دار ہوتے ہیں، جرائم کا خاتمہ اور عدل وانصاف کی بحالی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کے منصبی فرائض میں شامل ہیں۔

علماء ومشائخ کی ذمہ داری: علماء ومشائخ انبیاء کے وارث اور نائب ہوتے ہیں، جہاد بالقلم اور جہاد باللسان ان کا فریضہ ہے لیکن حادثہ یہ ہوا کہ یہ دونوں گروہ اپنے اسلاف کی طرح مجاہدانہ رول اور روحانی کردار ادا کرنے سے عاجز وقاصر نظر آتے ہیں علماء سوکا ذکر عبث ہے۔ بہر حال عصر حاضر کے علماء ومشائخ پر دین حق کے غلبے اور روحانی تربیت کی بالادستی ذمہ داری ایک امانت ہے جو ان پر واجب الادا ہے۔

نہ ادھر اُدھر کی بات کر، یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تری رہبری کا سوال ہے

سیاسی قائدین وارباب دانش کی ذمہ داری: سیاسی لیڈر اور دانشور افراد کسی بھی ملک اور قوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، ہمارے سیاسی قائدین اور ارباب دانش کا المیہ یہ ہے کہ وہ تعلیم مغرب اور تہذیب یورپ کے فریب خوردہ ہیں، ان کی سیاست، مغربی جمہوریت کے دیو استبداد کی دریوزہ گر ہے اور ان کی دانش عقل افرنگ کا چربہ ہے وہ صرف اس قدر مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے کو وہ بھی معاشرے کی زبوں حالی کے ذمہ دار ہیں نگران سے خیر کی توقع بہت کم ہے۔

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کرگسوں میں
اُسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ ورسم شہبازی

رہا مسئلہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ارباب بست وکشاد کا۔ تو وہ آپس میں اس طرح برسرپیکار ہیں گویا پاکستان ان کے باپ کی میراث ہے۔

ترا پیشہ بھی سفاکی، مرا پیشہ بھی سفاکی

کہ ہم قذاق ہیں دنوں، تو میدانی میں صحرائی

پاکستانی عوام: جہاں تک پاکستان عوام کا تعلق ہے، وہ بھی ذمہ داریوں سے مستثنیٰ قرار نہیں دیئے جاسکتے۔ ملکی استحکام اور قومی عزت و وقار میں ان کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ وہ بھی دین و دنیا اور احکام شریعت کے سلسلے میں عنداللہ جوابدہ ہیں، حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں کی کارستانیوں میں وہ بھی حصہ دار ہیں، کیونکہ وہ بھی عوام کے منتخب ہوتے ہیں بمطابق حدیث کما تکونون یولیٰ علیکم جیسی روحیں ویسے فرشتے، والا مقولہ یہیں درست بیٹھتا ہے۔ علاوہ ازیں فوج پولیس اور بیوروکریسی بھی ہمارے بگاڑنے کے ذمہ دار اور خرابی کے اہم کردار ہیں جن پر تبصرے کی خاص ضرورت نہیں۔

تصویر کا دوسرا رخ: ہمارے الفاظ یقیناً سخت ہیں لیکن ہم مجبور ہیں درد آشنا کی نظر درد پر ہوتی ہے نہ کہ طریقہ اظہار پر سطور بالا میں جو خیالات ہم نے پیش کیے اور جن خرابیوں و خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے اس کا مطلب ہر گز نہیں نکلتا کہ قوم کی اصلاح کی راہیں مسدود ہو چکی ہیں اور امید کے چراغ گل ہو گئے ہیں۔ اس عالم کون و فساد میں ہر بگاڑ کے ساتھ بناؤ۔ ہر تخریب کے ساتھ تعمیر ہوتی رہتی ہے قوموں کا عروج و زوال اور تہذیبوں کا اتار چڑھا قانون فطرت ہے۔ موجودہ دگرگوں حالات میں بھی اصلاح احوال کی بھرپور گنجائش موجود ہے۔ اس گھپ اندھیرے میں ابھی امید کی کرن باقی ہے۔ تلافی کے امکانات موجود ہیں نشاۃ ثانیہ کے آثار نمایاں ہیں۔ گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں جب مرض کی تشخیص ہو جائے تو پھر علاج کی صورت نکل آتی ہے۔

نئی قوم اور نئی قیادت: ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو معاشرے میں رونما ہونے والی تمام خرابیوں اور خامیوں کو ہمیشہ اغیار کے ذمے لگا دینے کے عادی ہیں بلکہ ہمارے معاشرے میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں ہماری مرضی اور اختیار کو بھی دخل ہے۔ دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانا اور خود کو بری الذمہ قرار دینا عذر لنگ ہے۔

یورپ کی غلامی پہ ہوا تو رضا مند
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے یورپ سے نہیں ہے

☆ یہ امر مسلم ہے کہ ہمارے معاملات میں صیہونیوں۔ فرنگیوں۔ کمیونسٹوں اور الحاد پرستوں کا بھی ہاتھ ہے لیکن ہمارے داخلی عوارض بھی ہماری خرابی کے اسباب ہیں۔ ہماری رائے میں وہ تعلیم۔ قانون، نشر و اشاعت، معیشیت، معاشرت ہیں سب سے پہلے پانچ شعبوں میں بنیادی انقلابی اصلاحات کی ضرورت ہے ☆ ہمارا سب سے بڑا قومی خلا، مضبوط اور حوصلہ مند اسلامی قیادت کا فقدان ہے، ہمیں ایک ایسا ہمہ گیری مرد کامل درکار ہے جو گفتار و کردار میں اللہ کی برہان ہو۔ ☆ قاری نظر آئے مگر حقیقت میں قرآن ہو۔ سکندری اس کی ٹھوکر میں ہو۔ ☆ قلندری اس کے جوہر میں علم اس کا زیور ہو ☆ حلم اس کی چادر ہو، دانش اس کی بستی ہو، عشق اس کی مستی ہو۔ حکمت کا لقمان ہو، بصیرت کا سلماز ہو، وہ خلوتوں میں صف بصف بھی ہو اور جلوتوں میں سربکف بھی۔ وہ ایک ایسی انقلابی ٹیم کے ساتھ میدان میں نکلے، جو وقت کے سانچوں میں ڈھلنے کی بجائے وقت کے سانچوں کو بدل کر دکھ دے تاکہ پاکستان کے نقشے پر ایک نئی قوم اور نئی قیادت ابھرے یہودیوں نے ساری دنیا کے یہود کو "ارض موعود" کے نام پر متحدہ و فعال بنا دیا ہے، حالانکہ وہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے اور مختلف ممالک میں بٹے ہوئے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم بھی مسلم امہ کے نام پر (پوری دنیا میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً ملت اسلامیہ میں ایک مسلسل حرکت اور منظم ہلچل پیدا نہ کر دیں،

خزاں میں پھول کھلاؤ تو کوئی بات بنے
بہار آئے تو کانٹے بھی مسکراتے ہیں

ضرورت ہے کہ: ☆ زبان و ادب سے لے کر فلسفہ تک، علوم عمرانیہ سے لے کر معاشیات و سیاسیات تک پورے نظام تعلیم کو اسلامی فکر کے مطابق ایک نئے سانچے میں ڈھالا جائے۔ ☆ قانون اسلامی کے حکیمانہ اصول و کلیات کی تدوین جدید کی جائے اس استنباط جزئیات کے ذریعے احکام قرآن و سنت کی صداقت، حقانیت و ثابت کیا جائے۔ ذرائع نشر و اشاعت (ریڈیو، ٹی وی، اخبارات و رسائل) کو منظم منصوبہ بندی کے ساتھ دینی، تبلیغی اور فلاحی پروگراموں کے لیے استعمال کیا جائے اور ان پر موسیقی اور ڈراموں کے آرٹسٹوں کی بجائے اہل علم و ادب کو مقرر کیا جائے یا پھر ٹی وی اور فلم سازی کے اداروں کو بالکلیہ بند کر دیا جائے اور فحاشی اور

عریانی کی اشاعت کا ذریعہ بننے والے اخبارات ورسائل پر قانونی پابندی لگادی جائے تاکہ قومی خودکشی کے یہ آلات ختم ہو جائیں۔ ☆موجودہ نظام معیشت میں سود، سٹہ، قمار، اکتناز کی چاروں بنیادوں کو منہدم کردیا جائے اور علمائے دین و ماہرین معاشیات پر مشتمل ایک ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو معاشی زندگی کے پورے ڈھانچے کو بدلنے کے لیے عملی تجاویز مرتب کرے تاکہ قوم سرمایہ دارانہ نظام کی لعنتوں سے نجات حاصل کر سکے۔ ☆اسلامی طرز معاشرت اپنایا جائے۔ مغربی طرز معاشرت اور تعیشات کے تمام سرچشموں پر قدغن لگادی جائے، رہن سہن کے پرتکلف، عیش پرستانہ اور مہنگے طریقے ترک کرکے زندگی کے تمام شعبوں میں سادہ طرز معیشت اختیار کرنے کی ملک گیر تحریک چلائی جائے۔ رشوت، چور بازاری، اسمگلنگ، ظلم واستحصال، خودغرضی مفاد پرستی مادہ پرستی، کرپشن جیسی تمام معاشرتی بدعنوانیوں کا مکمل سدباب کیا جائے۔ قومی زندگی میں ایثار ومروت، اخوت ومحبت، انفاق فی سبیل اللہ سخاوت واستغنا، فکر آخرت اور خوف خدا کے جذبات کو نئی زندگی دے کر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور عدل کو واپس لوٹایا جائے۔ اس سلسلے میں تمام مکاتیب فکر کے جید علماء کرام کی طرف سے ۲۲ نکات پر مشتمل اسلامی معاشی اصلاحات اور ۵۳ھ کے ۲۲ دستوری نکات سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

خطیب الاسلام کا نتیجہ خیز بیان:

ہمیں یاد ہے کہ سابق صدر ضیاء الحق مرحوم نے اسلام آباد میں پانچ سو سے زائد علماء مشائخ ''مشائخ کانفرنس'' کے نام پر مدعو کیا اور پاکستان میں نفاذ اسلام کے عمل کو تیز تر کرنے کے لیے تجاویز اور سفارشات طلب کیں، متعدد علماء ومشائخ کے بیانات ہوئے، اس کانفرنس میں خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ (سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان، کے فرمودات حرف آخر ثابت ہوئے، کانفرنس دو دن کے لیے بلائی گئی تھی، مگر آپ کے بعد مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے صدر مرحوم نے پہلے روز ہی کانفرنس کے اختتام کا اعلان کردیا، صدر مرحوم، نے وزیر داخلہ محمود ہارون، مسٹر اے کے بروہی کے تاثرات کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب کے وقیع اور نتیجہ خیز ارشادات ہی پوری کانفرنس کا حاصل تھے۔ حضرت خطیب الاسلام مرحوم نے فرمایا تھا کہ، یہ دور بلاشبہ مسلم قوم کی نشاۃ ثانیہ کا دور ہے۔ لیکن زندگی کے مراحل طے کرنے میں وہ سخت قسم کی ذہنی کشمکش سے دوچار ہے، نفاذ اسلام کے عمل میں معاشی اور معاشرتی اصلاحات خاص طور پر قابل توجہ ہیں، حدود وتعزیرات اپنی جگہ ہیں مگر یہ سزا تو ہیں دوا نہیں، پرہیز تو ہیں غذا نہیں۔ مریض جاں بلب ہے، معاشرہ ظلم واستحصال کی چکی میں پس رہا ہے، ہمارے حکمران وسیاستدان ہنگامی وسیاسی مصلحتوں میں مبتلا ہیں، میں کہتا ہوں۔ جب مزاج میں تلخی کے سبب مریض دوا پینے سے انکار کردے اور ضد میں آکر طبیب کی ہدایت کے برعکس خود ہی مرضی کی غذا استعمال کرنے لگے تو جو اس کا حشر ہوگا وہ کسی بھی اہل نظر سے مخفی نہیں، جب شاخ ہی پر دوسروں کا قبضہ ہو جائے گا تو اس پر آشیانہ کیسے برقرار رہ سکے گا؟

تجھے اے بلبل رنگیں نوا سوجھی ہے گانے کی
مجھے ہے فکر دامن گیر تیرے آشیانے کی

آپ نے فرمایا، دو امر خاص طور پر فوری توجہ کے متقاضی ہیں اور انہی نفاذ اسلام کی گاڑی تیز رفتاری سے منزل کی طرف بڑھ سکتی ہے۔ (۱) معاشرتی جرائم (سوشل کرائمز) کا فوری طور پر قلع قمع کیا جائے (۲) عدالتوں میں انصاف مفت اور فوری مہیا کیا جائے۔ اس کے بعد قوم از خود اسلامی اصلاحات پر عمل پیرا ہونے کے جذبے سے سرشار ہو جائے گی (انشاء اللہ) اور یہ حکیمانہ آپریشن ہی معاشرتی انارکی اور معاشی ناہمواری کا واحد علاج ہے۔ آج کاروان امت کو جس جام حیات کی تلاش ہے وہ آپ کے پاس موجود ہے، جرات رندانہ کی ضرورت ہے۔ ہمت کیجیے، خود بھی پیجیے اور اہل پاکستان کو بھی پلایئے، حکومت کی پرواہ نہ کیجیے یہ آنی جانی چیز ہے، اللہ جل وعلاء اور اس کے رسول برحق کو راضی کر لیجیے کہ یہی دو جہان کی حکمرانی ہے۔

اسلامی طرز انتخاب:

آخر میں ہم ایک فیصلہ کن اصلاحی نشاندہی بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ: ہمارے ملک میں مغربی طرز انتخاب کی بجائے اسلامی طرز انتخاب رائج ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ موجودہ طریقہ انتخاب مغربی جمہوریت کا شجرہ خبیثہ ہے۔ جو انتہائی غلط اور بوگس ہونے کے ساتھ ساتھ سرمایہ دار طبقے کا کھیل ہے، جس میں ضمیر خریدے جاتے ہیں آرا فروخت ہوتی ہیں اور غریبوں کا استحصال ہوتا ہے۔

جمہوریت اک طرز حکومت ہے جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

نیز یہ کہ موجودہ طریق انتخاب میں اچھے اور برے، شریف اور رذیل، عالم اور جاہل دانشور اور بے دانش، صالح اور طالح میں کوئی تمیز نہیں۔ عوامی مزاج کے مطابق الیکشن میں کامیابی کے لیے امیدوار کا دولت مند ہونے کے ساتھ ساتھ تھانے کا ٹاؤٹ اور جھوٹے مقدمات میں ساتھ دینے والا ہونا ضروری ہے۔ ہمارے اکثر ممبران قومی اسمبلی پرائمری فیل ہوتے ہیں۔ جو اسلام کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ اپنے صحیح دستخط کرنے کے بھی اہل نہیں ہوتے۔ **ستم بالائے ستم ھے**:۔ کہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل ممتاز اہل علم اور ماہرین قانون اسلامی کے متفقہ، اسلامی، دستوری مسودات اور معاشی (اصلاحات کی فائلیں ان پرائمری فیل ممبران اسمبلی کے سامنے منظوری کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ جو ان مسودات کی عبارات سمجھنے سے بھی قاصر ہوتے ہیں۔ (فیالعجب)

مختلف طبقات کے لیے نشستیں:۔ اس سلسلے میں ہماری رائے یہ ہے کہ موجودہ طریق انتخاب کو یکسر بدل دیا جائے اور معاشرے کے مختلف طبقات کی نمائندگی و قیادت کرنے والے اہل علم و فن اور اصحاب سیاست بصیرت کے استحقاق و استعداد کی بنیاد پر قومی اور صوبائی اسمبلی کی نشستیں مخصوص کی جائیں مثلاً چند فیصد نشستیں علماء مشائخ کے لیے چند فیصد وکلاء اور انجینئرز کے لیے کچھ اقتصادی ماہرین اور مزدوروں کاروں کے لیے تا کہ اسمبلی اسم بامسمی بنے اور ہر شعبے کو بھرپور نمائندگی ملے اور معاشرے میں ہمہ پہلو علمی، عملی فکری اور سیاسی انقلاب رونما ہو سکے۔ بہر حال ملک عزیز پاکستان کی بقا اور وقار کا راز اسلامی نظام کے مکمل نفاذ میں مضمر ہے اور موجودہ حالات میں یہ کام علمی، عملی فکری، تعلیمی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ ضرورت کسی ایک شعبے میں اصلاح کی نہیں بلکہ پورے معاشرے کو یکسر بدل دینے کی ضرورت ہے۔ ہماری دیانتدارانہ رائے میں پاکستان ابھی تک حقیقی پاکستان نہیں بن سکا۔ بقول خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن رحمۃ اللہ علیہ، کنوئیں سے پانی تو نکالا جا رہا ہے، مگر کتا ابھی اندر ہی ہے۔

ہم بدلنا چاہتے تھے نظم میخانہ تمام
آپ نے بدلا ہے لیکن صرف میخانے کا نام

اطاعت والدین حدود شریعت کے اندر ہوگی

اگر وہ کسی ایسی بات کا حکم کریں جو شریعت کے خلاف ہو جس سے اللہ کے یا اس کے بندوں کے حقوق تلف ہوں وہاں ان کی اطاعت ہرگز نہ کی جائے گی۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اگر وہ کوئی خلاف شرع حکم دیں تو انہیں نرمی کے ساتھ کہہ دیا جائے کہ حضور چونکہ یہ بات خلاف شرع ہے لہذا تعمیل نہیں کر سکتا۔

سب سے زیادہ سلوک کے مستحق ماں باپ ہیں

سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف بھی مت کہو۔ نہ ان کو جھڑکو۔ ان سے نرمی و ادب سے بات کرو۔ ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکا دو اور ان کے لئے بارگاہ الٰہی میں رحمت کی دعا کرو (بنی اسرائیل ۳) فائدہ کی جو چیز تم خرچ کرو وہ ماں باپ اور رشتہ داروں پر پہلے خرچ کرو۔ فللوالدین والاقربین (بقرہ) ۳۲

طالبان الوداع

جناب ارشاد احمد حقانی

ملا عمر اور طالبان پانچ سال تک اقتدار میں رہنے کے بعد اپنے حجروں اور اوطاقوں سے یوں خالی ہاتھ رخصت ہوئے ہیں جیسے مرغابی تالاب میں ڈبکیاں لگانے کے بعد باہر نکلتی ہے تو اس کے پروں پر کسی صحرائی پرندے کی طرح پانی کا ایک قطرہ نہیں ہوتا' حکمرانوں کی یہ قسم واقعتاً اس قابل نہیں تھی کہ اسے افغانستان جیسے ملک میں برسر اقتدار رہنے دیا جاتا جہاں اچھے خاصے حاجی نمازی بھی روزانہ سمگلنگ اور افغان ٹرانزٹ ٹریڈ سے لاکھ دو لاکھ روپیہ بنا لیا کرتے ہیں اور نہیں تو کسی غیر ملکی ایجنسی اور این جی او سے ہی مال اینٹھ لینا دائیں ہاتھ کا کمال ہے۔ پاکستان افغان ٹرانزٹ ٹریڈ سے ہمیشہ تنگ رہا روزانہ کروڑوں روپے کا مال سنگاپور، دوبئی ہانگ کانگ اور دوسرے ممالک سے کابل اور جلال آباد میں اترتا اور مختلف راستوں سے پاکستان پہنچ جاتا ہے۔ اس سے افغان سمگلروں کے علاوہ سرحدوں پر تعینات دونوں طرف کے حکام خوب مال پانی بناتے ہیں طالبان کے دور میں یہ تبدیلی آئی کہ جلال آباد سے طورخم تک یہ مال کسی کو ایک پائی دیئے بغیر پہنچتا تھا کیونکہ اجڈ اور جدید تہذیب سے نا آشنا یہ لوگ رشوت اور مٹھی گرم کرنے کی تکنیک سے نا آشنا تھے۔ پھٹی شلواروں اور ٹوٹے جوتوں والے طالبان ڈرتے تھے کہ کہیں کسی بے اعتدالی پر ان کا رب ان سے ناراض نہ ہو جائے اور مال حرام ان کے نماز روزے اور دیگر عبادات کے اجر و ثواب کو ضائع نہ کر دے۔ یہ بھی کہ ان کے طرز حکمرانی پر کوئی داغ، دھبہ لگ گیا تو لوگ یہ کہنے لگیں گے کہ اقتدار چیز ہی ایسی ہے مدرسے کا مولوی بھی اس کوچے میں آ کر دامن ان آلائشات سے نہیں بچا سکتا جس میں دنیا دار عموماً گلے گلے تک دھنسے رہنا پسند کرتے ہیں۔ البتہ ٹرانزٹ ٹریڈ کی اشیاء طورخم سے پاکستان لانے کے ریٹ مقرر تھے فی سائکل پانچ سو روپے، فی گدھا ایک ہزار روپے فی پک اپ فی ٹرک اور فی ٹرالر وغیرہ وغیرہ یہی وجہ ہے کہ طورخم پر ڈیوٹی لگوانے کے لیے متعلقہ اداروں کے افسران اس طرح سفارشیں کراتے جس طرح ایف آئی اے والے کراچی اور لاہور کے ایرپورٹس پر تعیناتی کے لئے پاگل ہو جاتے ہیں۔ چھوٹی سے چھوٹی پوسٹ بھی لاکھوں میں بکتی ہے۔ خیر ہمارا تو باوا آدم ہی نرالا ہے طالبان کو اگرچہ دعویٰ سکندری نہیں تھا مگر وہ قلندر تھے اس لئے خالی ہاتھ ایوان اقتدار میں داخل ہوئے اور جب حالات سازگار نہ رہے تو چادر جھاڑ کر خالی ہاتھ یوں چل دیے جیسے کوئی شخص نماز ادا کر کے مسجد سے نکلتا ہے۔ یہ ٹھیک اقتدار کی غلام گردشوں میں خالی ہاتھ داخل ضرور ہوئے مگر افغانستان کے عوام کو دینے کے لئے ان کی جھولی میں بہت کچھ تھا جو انہوں نے حاتم طائی کی طرح بانٹا' امن و امان' غیرت و شجاعت حیا اور وعدے کی پاسداری' خواتین کے لئے عزت و عصمت اور وقار کا تحفظ' ان کی خرید و فروخت' وراثت سے محرومی پر پابندی کا اہتمام کیا۔ پرجوش انقلابیوں اور دینی مدارس کے پروردہ' شوق شہادت سے سرشار نوجوانوں کی طرح وہ بعض معاملات میں حد سے تجاوز بھی کر جاتے تھے مگر یہ کام تو دنیا کے سارے حکمران کر رہے ہیں۔ افغانستان میں مخصوص شعبوں کے سوا عورتوں کی ملازمت پر پابندی تھی مگر بعض ممالک میں پوری قوم کے انسانی حقوق غصب کر لئے جاتے ہیں ان سے حق اجتماع' حق تحریر و تقریر چھین لیا جاتا ہے طالبان نے صدیوں پرانے بت توڑے اچھا نہیں کیا لیکن کئی ممالک میں جمہوریت اس سے زیادہ برے سلوک کی مستحق سمجھی جاتی ہے اور منتخب عوامی نمائندوں سے وہی سلوک ہوتا ہے جو طالبان نے مسیحی مبلغین سے کیا۔ یہ فرق ضرور ہے کہ ان مبلغین کے احترام اور وقار کو ملحوظ رکھا گیا۔ جب کہ روشن خیالی کے علمبردار حکمران مخالف سیاستدانوں کو اس کا مستحق نہیں سمجھتے اور امریکہ بھی اعتراض نہیں کرتا۔ امریکہ اور اس کے حلیف شمالی اتحاد نے یہ اچھا کیا کہ طالبان کو رخصت کرتے ہوئے اس دور کی تمام نشانیوں کو بھی ملیا میٹ کر دیا۔ مزار شریف کابل قندوز، قندھار، جلال آباد میں کہیں بھی امن و امان قائم نہیں رہنے دیا۔ پانچ سال کا حساب ایک دن میں چکا دیا۔ انسان ایسے ذبح کیے گئے جیسے قربانی کے دن بھیڑ بکریاں بھی نہیں ہوتیں کیونکہ قربانی کرنے والے انسان ہوتے ہیں اور وہ بھی خوف خدا رکھنے والے راسخ العقیدہ مسلمان، امریکی و برطانوی نہیں جو بم پھینکتے وقت یہ اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی متنفس زندہ نہ بچنے پائے اور کسی انسان کے جسم کا ایک ٹکڑا بھی ورثا کو نہ ملے کہ وہ اس پر آہ و زاری کر سکیں یا اسے کہیں دفنا سکیں۔ عورتوں اور بچوں کو بھی اذیتیں دے کر مارا گیا اور مخالفین کا مثلہ کر کے قبائلی عصبیت کی آگ بجھائی گئی۔ طالبان نے پوست کی کاشت بند کر دی تھی' اب فصلیں لہلہانے لگی ہیں۔ صرف عورتوں ہی نہیں انسانوں کی خرید و فروخت کا کاروبار چمک اٹھا ہے اور یوں نظر آتا ہے کہ طالبان کی طرح برقع و چادر عزت و آبرو مذہب و شرافت کو زبردستی رخصت کرنے کے جشن کئے جا رہے ہیں تاکہ افغانستان کو طالبان کی باقیات سے پاک کر دیا جائے۔ مگر کیا افغان عوام ان تھڑدلوں اور کم ظرفوں کو زیادہ دیر تک اس کی اجازت دیں گے جن کے دامن میں جنگ و جدال لوٹ مار اور فحاشی و عریانی کے سوا مسلمان عوام کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں۔

شرک کا اصل مفہوم

از حضرت سید نعیم الدین مراد آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرک کا معنی مولوی اسماعیل صاحب لکھتے ہیں کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں کے ذمہ نشان بندگی ٹھہرائی ہیں وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا اور اس کے نام کا جانور کرنا اور اس کی منت ماننی اور مشکل کے وقت پکارنا۔ اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور قدرت تصرف کی ثابت کرنی۔ ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔

مولوی اسماعیل صاحب نے شرک کے معنی یہ قرار دیے ہیں کہ ایسی چیزوں کا غیر خدا کے لیے کرنا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرائی ہوں تو جس میں یہ دونوں باتیں یا ان میں سے ایک بات نہ ہو وہ شرک نہ ہوگا اور ہر چیز کے شرک ہونے کے لیے ضروری ہوگا کہ اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا ہو۔ اور اپنے بندوں کے حق میں نشان بندگی ٹھہرایا ہو اب یہ دیکھنا ہے کہ مولوی مذکور نے جو مثالیں شرک کی لکھی ہیں ان میں خود اس کے اپنے بیان کیے ہوئے معنی بھی پائے جاتے ہیں یا نہیں۔ یہاں مثال میں چھ چیزیں ذکر کی ہیں۔ ایک سجدہ جس کو مطلقاً شرک قرار دیا ہے۔ باوجود یہ کہ سجدہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک سجدہ عبادت جو خدا کے سوا کسی کے لیے کبھی کسی شریعت میں حلال نہیں ہوا۔ یہ سجدہ تو غیر خدا کے لیے شرک و کفر ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے: لانّ سُجُود العباد العبادۃ لغیر اللّٰہ کفر'' والا مرُ لا یرِدُ با لکفر۔ یعنی سجدہ عبادت غیر خدا کے لیے کفر ہے اور کفر ہر گز مامور بہ نہیں ہوتا۔ خداوند عالم اُس کا حکم نہیں فرماتا اللہ کے سوا جو شخص کسی کو بقصد عبادت سجدہ کرے وہ شرک ہے۔ دوسرا سجدہ۔ تحیت و تعظیم۔ یہ سجدہ بھی ہماری شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں حرام ہے لیکن شرک و کفر نہیں اسی لیے پچھلی شریعتوں میں جائز تھا اگر کفر ہوتا تو کبھی جائز نہ ہو سکتا۔ حضرت آدم علیٰ نبینا (علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملائکہ کا سجدہ جو قرآن پاک میں مذکور ہے: واذقُلنا للملا ئکۃ اسجُدُ والا دم فسجدُوا الاّ ابلیس ط ابیٰ واستکبر و کان من الکافرین' یعنی یاد کرو۔ جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے ان کے بھائیوں کے سجدہ کا قرآن پاک میں ذکر ہے وخرُّ والہٗ سُجّدا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے سجدہ میں گر گئے۔ یہ سجدے تعظیمی ہیں۔ تفسیر لباب التاویل میں ہے۔ وکان سُجُود تحیّۃ وّ تعظیم لا عبادۃ کسُجُودِ اخوۃ یُوسُف یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے لیے فرشتوں کا سجدہ سجدہ تعظیم و تحیت تھا سجدہ عبادت نہ تھا جیسا کہ برادران یوسف علیہ السلام کا سجدہ سجدہ تعظیم تھا عبادت نہ تھا۔ تفسیر کبیر میں ہے۔ قال قتادۃُ فی قولہٖ وخرُّ و الہٗ سُجّدا کانت تحیۃُ النّاس یومئذٍ سُجُود بعضھم ببعض وعن صُھیب انّ معاذا لّما قدم من الیمن سجد للنبیّ صلّی اللّٰہُ علیہ وسلّم فقال یا معاذُ ما ھذا قال انّ الیھُودَ تسجُدُ لعُظما ئھا وعُلما ئھا ورایتُ النّصاریٰ تسجُدُ لقسیسھا و بطار قتھا قُلتُ ما ھٰذا قالُوا تحیّۃُ الا نبیاء فقال علیہ السّلام کذبُوا علیٰ انبیا ئھم۔ یعنی قتادہ نے وخرُّ والہٗ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اُس زمانہ میں سجدہ کرنا لوگوں کے درمیان ایک تحیت و تعظیم تھی اور صہیب سے مروی ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو سجدہ کیا حضور نے فرمایا اے معاذ یہ کیا عرض کیا کہ یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ انبیا علیہم السلام کی تحیت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا۔ یعنی سجدہ انبیا علیہم السلام کی تحیت معہودہ مستمرہ نہیں ہے یہود و نصاریٰ جھوٹے ہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمایا کہ یہ شرک ہے نہ یہ فرمایا کہ تم نے سجدہ کیا یہ شرک ہوا از سر نو اسلام لاؤ۔ مولوی اسماعیل کے نزدیک

مطلقاً کے نزدیک سجدہ شرک ہے اُن کے طور پر تمام ملائکہ مشرک برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام مشرک اور خداوند عالم نے ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا۔ معاذ اللہ اس نے بھی شرک کا حکم دیا موحد ہے تو اسمٰعیل کے نزدیک شیطان ہے۔ جس نے خدا کے حکم سے بھی ملائکہ کو سجدہ نہ کیا اور اللہ تعالیٰ اس شیطانی توحید سے پناہ میں رکھے۔ آمین۔ اب اسمٰعیل اور اسمٰعیلیوں سے دریافت کیجیے کہ وہ کون سی دلیل ہے۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ سجدہ تعظیمی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا اور اپنے بندوں کے حق میں نشان بندگی ٹھہرایا اور جب کوئی دلیل نہیں تو شرک کس طرح ہوا۔ محض تمہارے کہہ دینے سے کوئی چیز شرک نہیں ہو سکتی بلکہ بے دلیل تمہاری بات کا ماننا تقویت الایمان کے حکم سے خود شرک ہے۔ تقویت الایمان صفحہ ۹ میں لکھا ہے اور مالک ٹھہراتے ہیں مولویوں اور درویشوں کو سواس بات کا اُن کو حکم نہیں ہوا اور اس سے ان پر شرک ثابت ہوتا ہے۔ (۲) مولوی اسمٰعیل نے شرک کی دوسری مثال یہ لکھی ہے اور اس کے نام کا جانور کرنا۔ اس پر دلیل قائم کرنا تھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کیا اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا۔ مگر کوئی دلیل نہیں ہے محض اپنی رائے اور اپنا حکم اور وہ تقویت الایمان صفحہ ۸۰ و ۸۱ میں بیان کر آئے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر کے نام کا جانور کرنے سے اگر یہ مراد ہے کہ بجائے تکبیر کے وقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے تو بے شک یہ ممنوع و حرام ہے۔ مگر کوئی مسلمان ایسا نہیں کرتا یہ مسلمانوں پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ جانور کو وقت ذبح کے علاوہ کسی اور طرف نسبت کرنا اور یہ کہہ دینا کہ یہ گائے زید کی ہے یا عقیقہ کی ہے۔ یا فلانے کی دعوت کی ہے۔ یہ سب شرک ہے تو یہ حکم غلط اور باطل خلاف شرع اور گائے یا جانور جائز حلال طیب۔ اور اس طرح مولوی اسمٰعیل کے نزدیک تمام دنیا مشرک ہی مشرک ہو گی۔ (۳) اس کی منت ماننی یہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی تیسری مثال لکھی ہے اس سے اگر یہ مراد ہو کر نذر غیر اللہ کی طرف تقرب منظور ہو۔ تو ایسا میں کوئی مسلمان نہیں سمجھتا بلکہ کسی مومن کے دل میں اس کا خطرہ بھی نہیں ہوتا یہ مسلمانوں پر افترا ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ شے منذور کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا شرک ہے تو یہ غلط۔ بتاؤ اس کو کب اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ خاص کیا۔ اور اپنے بندوں کے حق میں کہاں نشان بندگی ٹھہرایا۔ اس مسئلہ کی تفصیل قریب ہی گذر چکی ہے۔ (۴) مشکل کے وقت پکارنا۔ تقویت الایمان میں شرک کی چوتھی مثال یہ لکھی ہے ہم اس مسئلے کو بوضاحت تمام اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۴۴ سے صفحہ ۷۰ تک لکھ آئے ہیں وہاں ملاحظہ کیجیے۔ مگر وہابی یہ یاد رکھیں کہ نذر و نیاز وغیرہ کو شرک بتا دینا تو سہل تھا اس میں دین کے سوا اور کسی چیز کا نقصان نہ تھا۔ مگر مشکل کے وقت پکارنے کو شرک بتانے سے سخت مشکل پیش آئے گی۔ کسی نے پکڑا پیٹنا شروع کیا آپ پولیس کو یا اور کسی اپنے رفیق یا معاون کو پکاریں تو شرک ہو جائے۔ چپ چاپ پٹتے رہیے؟ کیسے جاہلانہ خیال ہیں۔ رات دن اپنے حاجات و ضروریات کے لیے آدمی اپنے متعلقین و خدام کو پکارتا ہے تو اسمٰعیلی دین میں ساری دنیا ہی مشرک ہوئی۔ اگر یہ کہے کہ زندوں کو پکارتے ہیں یہ شرک نہیں تو یہ سراسر باطل ہے۔ جو بات اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے خاص کی ہو اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرائی ہو وہ سب کے لیے شرک ہے۔ زندہ کے لیے نہ ہو۔ یہ کہاں کا دین ہے۔ اور مقبولان بارگاہ کو مردہ کون کہتا ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا یموتون راہ خدا میں جان دینے والوں کو قرآن پاک زندہ کہتا ہے لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" بل احیاء "اور راہ خدا میں جان دینے والوں کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ تو کیا اب مولوی اسمٰعیل اور ان کے متبعین شہداء کو مشکل کے وقت پکارنے کی اجازت دیں گے جن کی حیات قرآن پاک سے ثابت ہے اگر نہ دیں گے تو پھر اور کسی زندہ کا پکارنا کس دلیل سے جائز سمجھتے ہیں۔ (۵) ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا (۶) اور قدرت تصرف ثابت کرنی۔ مولوی اسمٰعیل صاحب نے شرک کی پانچویں اور چھٹی مثالیں یہ دی ہیں اور اپنے حسب عادت محض اپنی رائے سے اس کو شرک بتا دیا ہے نہ اس پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل ہے نہ خود اُن کی اپنی بیان کی ہوئی تعریف شرک اس پر صادق آتی ہے کیونکہ کسی نبی یا ولی یا فرشتہ کو کوئی مسلمان ہر جگہ ناظر اور متصرف بالذات نہیں جانتا لیکن مولوی اسمٰعیل صاحب باوجود اس کے بھی مسلمانوں کو شرک ٹھہرا رہے ہیں۔ کیونکہ اولیاء انبیاء علیہم السلام کے علم و تصرف بعطائے الٰہی کے تمام مسلمان معتقد ہیں اور مولوی اسمٰعیل صاحب حکم شرک کو علم و تصرف ذاتی کے ساتھ خاص نہیں کرتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں۔ پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔ اس عبارت میں علم و قدرت عطائی کے اثبات کے بے دریغ شرک بتایا ہے تو ضرور مولوی اسمٰعیل کے نزدیک شرک کی تعریف اس پر صادق آتی ہوگی۔ اور شرک کی تعریف میں وہ کہتے ہیں کہ اس چیز کو اللہ نے اپنے لیے خاص کیا اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرایا ہو تو ان کے نزدیک غیر کی تعلیم سے عالم ہونا اور غیر کے قدرت دینے سے متصرف ہونا ایسی چیزیں ہیں جو اللہ نے اپنے لیے خاص کی ہیں اور معاذ اللہ ان کا مفروض خدا علم ذاتی نہیں رکھتا دوسرے سے سیکھا ہوا ہے اور قدرت ذاتی نہیں رکھتا

بندوں کی طرح دوسروں کے قدرت دینے سے تصرف کرسکتا ہے تو پوچھو وہابیوں سے کہ تمہارے اعتقاد میں وہ دوسرا کون ہے جو خدا کو سکھاتا اور اس کو قدرت دیتا ہے۔ کیا خدا کے لیے اور کوئی خدا تجویز کرلیا تعالی اللہ عما یقول الظالمون۔ یہ ہے ان بے دینوں کی سڑی ہوئی توحید یہ لوگ خدا کے بھی قائل نہیں اس کو بھی عالم بالذات اور متصرف بالذات نہیں جانتے اور اپنے اس ناپاک اعتقاد پر مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں۔ تف اس بے دینی پر پھر کسی کے لیے قدرت ثابت کرنا اگر شرک ہو تو کوئی وہابی شرک سے نہ بچے کہ حکومت وسلطنت کے تصرفات مانتا ہے۔ کفار وفساق کے تصرفات کا قائل ہے۔ شیطان تک کے تصرفات کا معتقد ہے قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بے شمار مخلوق کے تصرفات کا بیان ہے۔ شریعت طاہرہ نے جزا کا مدار ہی تصرف پر رکھا ہے بندہ اپنی خداداد قدرت واختیار سے جو تصرف کرتا ہے اسی پر اس کو جزا دی جاتی ہے۔ اور جو کام اس کی قدرت میں نہ ہو اور اختیار سے صادر نہ ہو اس پر کوئی گرفت نہیں تمام تصرفات کو مان کر ایک ایک وہابی کے ذمہ کروڑوں بلکہ بے شمار شرک نکلیں گے۔ اب رہی یہ بات کہ ہر جگہ حاضر وناضر یعنی ہر جگہ اور ہر مقام کا علم رکھنا یہ شرع میں کسی کے لیے ثابت ہے یا نہیں اس کو ملاحظہ فرمایئے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے۔ وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموٰت و الارض لیکون من الموقنین اور ایسے ہی دکھاتے ہم نے (حضرت) ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ السلام) کو تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک۔ تاکہ وہ عین الیقین والوں میں سے ہو جائیں۔ قرآن حکیم کے بیان سے تمام آسمانوں اور زمینوں کے ملک حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش نظر اور ان کے روبرو حاضر ہیں اور وہ ہر جگہ کا معائنہ فرمارہے ہیں۔ اسی کو تقویت الایمان والے نے شرک بتایا تھا۔ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ حدیث فعلمت ما فی السموٰت والارض کی شرح میں حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں۔ پس دانستم ہر چہ در آسمانہا وہر چہ در زمین بود عبارت ست از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی احاطہ آں۔ یعنی حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوگیا۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے۔ اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تمام جزوی وکلی علوم حضور ﷺ کو حاصل ہوگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب کا احاطہ فرمالیا۔ حضرت شیخ نے اسی حدیث کی شرح کے آخر میں فرمایا پس ازاں دانست عالم را وحقائق آنرا۔ حضور ﷺ نے عالم کے تمام حقائق کو جانا۔ اب پوچھو اسماعیل سے سارا جہان محبوب خدا ﷺ تعالی علیہ وسلم کے پیش نظر ہے۔ ذرہ ذرہ عالم مصطفی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر ہے۔ تقویت الایمانی شرک کا منہ کالا ہو جو آیات (احادیث کی ایسی بے دریغ مخالفت کرتا ہے۔ اسی اشعۃ اللمعات میں ہے۔ ونیز آنحضرت ﷺ ہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابدان ست در جمیع احوال واوقات خصوصا در حالات عبادت وآخر آن کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر ست، بعضے از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ ست در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت ﷺ در ذوات مصلیان موجود وحاضر است پس مصلی را باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت متنور وفائز گردد۔ خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ حضور انور ﷺ ہمیشہ مومنین کے پیش نظر اور عابدوں کے نور دیدہ ہیں۔ تمام حالات اور جملہ اوقات میں خاص کر حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ انکشاف ونورانیت کا وجود اس حالت میں بیشتر اور قوی تر ہوتا ہے اور بعض عرفا نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ کو السلام علیک ایھا النبی کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر فرد میں سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نمازیوں کی ذاتوں میں موجود اور حاضر ہیں۔ پس چاہیے کہ نمازی اس سے باخبر اور آگاہ رہے تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے فیض یاب ہو۔ حضرت شیخ محقق قدس سرہ کی اس تحقیق وتصریح سے ثابت ہوا کہ عرفا کے نزدیک حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں موجود ہے تو اب کیسے ہر جگہ موجود ہونا اور کس کو کہتے ہیں۔ مگر ہر ذرہ میں یہ جلوہ گری اللہ تعالی کی عطا اور اسی کی مرضی سے ہے اور درحقیقت قدرت الٰہی کا ایک ظہور شان ہے جس طرح آفتاب کی روشنی مشرق سے مغرب تک شہروں قصبوں قریوں آبادیوں۔ ویرانوں۔ جنگلوں، پہاڑوں۔ دریاؤں، سمندروں میں ہر مقام پر موجود ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالی کی قدرت وحکمت ہے ناظر عاقل اس سے سبق معرفت حاصل کرتا ہے۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار　　ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مگر حضرت شیخ نے اپنی اس عبارت کے اول میں فرمایا کہ آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں است اس عبارت سے جیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سرکار دو عالم ومتمدار سید عالم

ﷺ ہمیشہ مومنین کی نظر کے سامنے ہیں اور اہل ایمان کو یہ دولت ہمیشہ میسر ہے ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دیدار اور حضور ﷺ سے استفاضہ اور حصول برکت مومنین کا حصہ ہے بے دین کور باطن خفاش کی طرح آفتاب نبوت کے انوار سے محروم ہیں۔ اس لیے اگر کوئی تاریک باطن انکار کرے تو وہ اپنی نابینائی کی شہادت دیتا ہے۔ اس مسئلہ پر اور مزید دلائل وعبارات پیش کرنے کی حاجت نہیں اہل ایمان کے اطمینان کے لیے انشاء اللہ العزیز اس قدر کافی ہے۔ اب ایک عبارت زمانہ موجودہ کے وہابیوں کی مایہ ناز کتاب المہند کی بھی پیش کر دی جائے تا کہ دیو بندی صاحبوں کو معلوم ہو جائے کہ تقویت الایمان کے حکم سے وہ کیسے پکے مشرک ہیں۔ ملاحظہ ہو شیخ احمد مالکی جن کا نام مجلد میں القاب وآداب اور تعریف وتوصیف کے ساتھ چھ سطروں میں لکھا ہے۔ وہ اپنی تقریظ میں فرماتے ہیں جو اسی المہند میں چھپی ہے۔ اما قُدُومُ رُوحِہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلامُ فی بعض الاحیان لبعض الخواص امر" غیر مُستبعدٍ ومُعتقدُ ھذا القدر لایعدُ مُخطئا لکونہ امرًا مُمکنا نھو صلی اللہ علیہ وسلم حی" فی قبرہ الشریف یتصرّف فی الکون باذن اللہ کیف یشاءُ۔ اور اس کا ترجمہ بھی اسی میں اس طرح لکھا ہے) پس کبھی خاص میں سے کسی بزرگ کے لیے کسی خاص وقت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی روح پرفتوح کے تشریف لانے میں کچھ استبعاد نہیں کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے اور اتنی بات کا عقیدہ رکھنے والا برسر غلطی نہ سمجھا جائے گا کیونکہ حضرت ﷺ اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں باذن خداوندی کون (جہان) میں جو چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں۔ اس عبارت میں حضور ﷺ کی روح پاک کا تشریف لانا قبر مبارک میں زندہ ہونا تمام جہان میں باذنہ تعالیٰ اپنے حسب مرضی وخواہش تصرف کرنا ثابت کیا ہے۔ یہ تمام باتیں تقویت الایمان کے خلاف ہیں اور تصرف پر تو اس میں شد ومد کے ساتھ شرک کا حکم دیا ہے۔ اب دیو بندی بتائیں کہ وہ تقویت الایمان کو مان کر اپنا مشرک ہونا قبول کریں گے یا تقویت الایمان کو باطل وضلالت بتائیں گے اگرچہ تصرف کا مسئلہ خود مخالفین کی نقل کی ہوئی عبارت سے بخوبی ثابت ہو گیا۔ مسلمانوں کے اطمینان کے لیے اس موقع پر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک عبارت پیش کرتا ہوں جو اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔ وملک وملکوت جن وانس وتمامہ عوام بتقدیر وتصرف الٰہی عز وجل در حیطہ قدرت وتصرف سے بود ﷺ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اس عبارت سے جن وانسان کے تمام ملک اور کل جہان کا بفضل الٰہی حضور ﷺ کے قدرت (تصرف) میں ہونا معلوم ہوا۔ اسی کو تقویت الایمان ہیں۔ شرک بتایا تھا۔ مولوی اسماعیل نے شرک کے معنی کی توضیح میں جو چھ مثالیں پیش کی تھیں ان کا تو حال معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد مولوی مذکور نے انبیاء واولیاء (علیہم السلام) کی شان عالی میں یہ گستاخانہ کلمہ لکھا ہے۔ اور اس بات میں اولیاء انبیاء اور جن وشیطان میں اور بھوت وپری میں کچھ فرق نہیں۔ اولیاء انبیاء کا ذکر اور ذلیل ترین مخلوق مقہور بارگاہ الٰہی شیطان اور بھوت کے ساتھ اس بے ادبی سے مسلمانوں کے تو دل لرزتے ہیں۔ مگر وہابیہ ایسی بے ادبیوں اور گستاخیوں کے عادی ہو گئے ہیں۔ اگر ان کی نسبت کہ دیا جائے کہ مولوی اسماعیل اور شیطان وبھوت میں اس بات میں کچھ فرق نہیں تو آپے سے باہر ہو جائیں۔ لیکن انبیاء اولیاء علیہم السلام کی شان میں کچھ پرواہ نہیں۔ یہ کیا دین ہے۔ وہابیہ تو حضرات انبیاء واولیاء علیہم السلام کے فضائل وکمالات کا انکار اور مسلمانوں کو حضرات انبیاء واولیاء علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر کی بناء پر مشرک بتائیں اور اس مقصد کے لیے قرآن وحدیث اور ان کے معانی میں تحریف وتبدیلی کریں اور اپنی فرضی واختراعی توحید کے حیلہ سے مقبولان بارگاہ کی شان میں بے ادبی کے کلمے لکھیں۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ جو سب کا خالق ورازق مالک ومولیٰ ہے وہ جب مسیح پرست کا رد فرمائے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ خدا کا بیٹا کہیں الٰہ جانیں ان کی پرستش کریں تو وہ مالک الملک ان کفار کے رد میں بھی کہیں کوئی ایسا کلمہ نہ فرمائے جو ذرا بھی شان علیہم السلام کے لیے ہاکا ہو۔ اپنی توحید کا بیان فرمائے نصاریٰ کے بطلان کا اظہار کرے مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے عظمت کے خلاف کوئی لفظ نہ ارشاد کرے وہ فرماتا تو حق تھا وہ ان کا مالک ومولیٰ ہے مگر اس نے تو انہیں عزت دی جس سے بے دین جلتے ہیں۔ تقویت الایمان کی طرح کہیں یہ نہ فرمایا کہ اے نصاریٰ پوجنا سب کا شرک ہے۔ اس بات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بت برابر ہیں۔ (معاذ اللہ) یہ طرز اور یہ انداز گفتگو اپنے مقبولوں کے حق میں اللہ جلّہ نے گوارا نہ فرمایا جو ان کا خالق ومالک ہے تو اسماعیل کا کیا منہ ہے کہ اس طرح بے ادبانہ زبان کھولتا ہے۔ اور ان کے قلوب کیسے سیاہ ہو گئے جو یہ سب باتیں دیکھ کر اس کی حمایت کیے جاتے ہیں۔

استغفار اور دعائے سلامتی

مرتب مولانا ابو طیب نقشبندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ ربِّ العالمین والصّلوٰۃُ والسّلامُ علیٰ سیدِ المُرسلین ، وعلیٰ الہٖ واَصحابِہٖ اجمعین۔

ذکر الٰہی کثرت سے کرنا دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی کنجی ہے۔ قرآن پاک میں کثرت ذکر کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ میں ذکر الٰہی کے فضائل و برکات بہت زیادہ مذکور ہیں۔ اس مختصر مضمون میں آیات قرآنی اور احادیث کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں اس وقت صرف پانچ فرض نمازوں کے بعد استغفار اور مختصر دعا کا بیان کرنا پیش نظر ہے رب کریم نے توفیق عطا فرمائی تو پھر کسی وقت ذکر الٰہی کے فضائل تحریر کیے جائیں گے۔ اللہ کا ذکر کرنے کے بارے میں ایک ضروری اور اہم بنیادی بات ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا وہ ذکر جو قرآن و سنت اور ائمہ دین کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ہو وہی اللہ کو پسند ہے اور اسی ذکر سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ[1] (اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی) اس حکم ربانی سے معلوم ہوا کہ ذکر خدا کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو ربّ العالمین کے حبیب ﷺ ذکر اور نورانی سنت کو دیکھو اگر ہمارا ذکر الٰہی کرنا حضور انور ﷺ کی نورانی شریعت کے مطابق ہوگا تو رب کے ہاں مقبول و منظور ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ حضور سید المرسلین اور حبیب کبریا ہیں اور حبیب خدا کی ہر ادا اور طریقہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے، صرف یاد خدا کی بات نہیں بلکہ مومن کا ہر عمل جو اتباع حبیب اور خلوص نیت پر مبنی ہوگا وہ ضرور منظور نظر ہوگا۔ حبیب خدا ﷺ کی اتباع کی برکت سے صرف عمل کی مقبولیت تک رحمت خداوندی محدود نہیں رہتی بلکہ حضور اکرم کا متبع رب العالمین کا محبوب اور پیارا بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[2] آپ کہہ دو کہ اے لوگو: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو پھر اللہ تم سے پیار کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب کی کامل اتباع کی توفیق عنایت فرمائے۔ دوسری بات ذکر اللہ کے متعلق یہ پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جن اوقات اور مقامات میں جو ذکر حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہیں وہاں وہی ذکر اور طریقہ اختیار کریں گے تو قبولیت کی سند ہوگی ورنہ معلوم نہیں کہ طریقہ محبوب خدا ترک کرنے کی وجہ سے وہ ذکر و عبادت مقبولیت کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ بعض صورتوں میں تو شریعت پاک کا مقرر اور متعین طریقہ چھوڑنے کی وجہ سے آدمی صرف اجر و ثواب سے محروم نہیں ہوتا بلکہ سخت گناہگار بھی ہوتا ہے۔ مثلاً دیکھیے اگر کوئی شخص پانچ وقت کی فرض نمازیں جو ذکر خدا کا جامع اور خاص طریقہ ہے ان کو ترک کر کے کسی اور طریقہ سے خدا کا ذکر کرتا رہے اسے ثواب کی بجائے گناہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ فرض ترک کرنے والے کی نفلی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح سنت چھوڑ کر اس کی جگہ کوئی دوسرا ذکر کرے تو پھر بھی ناجائز ہے اور ایسا کرنے والا تارک سنت ہے۔ مثلاً اذان کے کلمات کو بدل دینا یعنی اذان

۱۔ حدیث سید المرسلین ﷺ کی سنت پر عمل ہونا جو صحیح حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ پر عمل ہوا۔

۲۔ دوسری حدیث براء بن عازب پر بھی عمل ہو گیا۔

۳۔ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ بھی اس میں شامل ہے۔ وہ بھی تین بار پڑھا گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے دو اسم پاک بھی اس میں موجود ہیں جن کو بعض علماء نے اسم اعظم کہا ہے یعنی الحیُّ، القیُّوم۔

۵۔ آخر میں توبہ کے الفاظ بھی مذکور ہیں لہذا استغفار کے ساتھ توبہ بھی ہوئی۔

۶۔ نماز کی ادائیگی میں ظاہری اور باطنی جو کوتاہی ہوئی ہے۔

کے کلمات چھوڑ کر سبحان اللہ وغیرہ کہنا اسی طرح تیسرے درجے میں وہ اذکار ہیں جو کسی وقت اور مقام میں حضور ﷺ سے ثابت ہیں لیکن سنت مؤکدہ نہیں ہیں ان کی جگہ کوئی اور ذکر کرنا سنت کے ثواب سے محرومی تو اس صورت میں بھی ہے۔ خواہ ذکر کا ثواب مل جائے۔ وہ سنت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد ہے: اتباع سنت کی نیت سے دوپہر کے وقت آرام کرنا یا سونا اس وقت سو رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔

استغفار اور دعائے سلامتی: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ (فرض نماز کا) سلام پھیرتے تو تین بار استغفار کرتے اور پھر کہتے اللّٰھم انت السلام و منک السّلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (اے اللہ تو ہی سلامتی والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی مل سکتی ہے، تو بابرکت ہے اور اکرام والا ہے) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات شرح مشکوٰۃ میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ سلام کے بعد سب مسنون وظیفوں میں پہلے استغفار پڑھنا چاہیے۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں دو باب باندھ کر نماز کے سلام کے بعد استغفار کی سنت کو واضح کر دیا ہے: باب ۸۱ کے الفاظ ہیں: باب الاستغفار بعد التسلیم (سلام کے بعد استغفار کا بیان) اور باب ۸۲ ہے۔ الذکر بعد الاستغفار (استغفار کے بعد ذکر) قطب ربانی جانشین مجدد الف ثانی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ النورانی نے اذکار معصومیہ میں استغفار کو ہی سلام کے بعد پہلا وظیفہ تحریر فرمایا ہے۔ مسلم شریف میں مندرجہ بالا حدیث ثوبان کے بعد مذکور ہے کہ امام اوزاعی سے دریافت کیا گیا کہ استغفار کس طرح پڑھا جائے؟ انہوں نے فرمایا استغفر اللہ۔ استغفر اللہ کہو۔ مذکورہ حدیث کی شرح میں شیخ محدث دہلوی لکھتے ہیں: بعض سلف سے اس کی تفسیر یہی منقول ہے، اور بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ (ﷺ) تین بار یہ پڑھتے: استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحیّ القیّوم واتوبُ الیه۔ (میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ ہے اور (کائنات) کو قائم رکھنے والا ہے اور میں اسی کے سامنے توبہ کرتا ہوں) پھر بعد استغفار یہ دعا پڑھتے: اللّٰھم انت السّلام ومنک السّلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام (ترجمہ اشعۃ اللمعات (۲۹۶،۲۹۵/۱) شیخ محقق دہلوی اور حضرت ملا علی قاری رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اس دعا میں جو الفاظ عام طور پر والیک یرجع السّلام حیّنا ربنا بالسّلام وادخلنا دار السّلام وغیرہ زیادہ پڑھتے جاتے ہیں وہ حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ بعض واعظوں کا اضافہ ہے۔ شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو استغفار درج کیا ہے۔ اسے امام ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ حدیث نمبر ۱۳۵ میں ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس طرح استغفار کرنے والے کے گناہ بخشے جاتے ہیں اگرچہ وہ (کافروں سے جہاد کرتے ہوئے) میدان جنگ سے بھاگا ہو۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمل الیوم واللیلہ میں اسی استغفار کو پڑھنے کی ترغیب دی ہے مجمع الزوائد (۱۰/۱۰۷) میں امام ابن حجر ہیتمی نے اور امام دمیاطی نے المتجر الرابح حدیث نمبر ۱۳۳۵ میں یہی حدیث ذکر کی ہے۔ جس کو امام طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں چند الفاظ کے اختلاف سے روایت کیا ہے۔ اس میں استغفار کے الفاظ ہیں، استغفر اللہ واتوب الیه باقی ساری حدیث اسی طرح ہے۔ جیسے اوپر بیان ہو چکا۔ بہرحال شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ کامل استغفار و توبہ کے الفاظ کو اختیار کیا جائے اور ان کو ہر فرض نماز کے بعد تین بار پڑھا جائے۔ تو بہت فائدے ہیں۔ گو اس استغفار سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۔ حدیث سید المرسلین ﷺ کی سنت پر عمل ہوتا جو صحیح حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ پر عمل ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

> حضرت مجدد الف ثانی کا ارشاد ہے: اتباع سنت کی نیت سے دوپہر کے وقت آرام کرنا یا سونا اس وقت سو رکعت پڑھنے سے بہتر ہے۔ ☆☆

۲۔ دوسری حدیث براء بن عازب پر بھی عمل ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۳۔ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ بھی اس میں شامل ہے۔ وہ بھی تین بار پڑھا گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کے دو اسم پاک بھی اس میں موجود ہیں جن کو بعض علماء نے اسم اعظم کہا ہے یعنی الحیُّ، القیُّوم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۵۔ آخر میں توبہ کے الفاظ بھی مذکور ہیں لہذا استغفار کے ساتھ توبہ بھی ہوئی۔

۶۔ نماز کی ادائیگی میں ظاہری اور باطنی جو کوتاہی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

استغفار کی وجہ سے اس کی معافی کی بڑی امید ہے۔ کیونکہ استغفار کرنے میں اپنے قصور کا اعتراف اور مغفرت کی دعا ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ ہم ایسی نماز پڑھنے کی

قوت نہیں رکھتے۔ جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو اور جس سے معبود حقیقی کی عبادت کا حق ادا ہو سکے۔ لہذا نماز کے بعد استغفار کرنا بہت ہی مناسب ہے۔ عظیم محدث و عارف حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے حدیث ثوبان کی شرح کرتے ہوئے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس طرف اشارہ کیا ہے یہ تو حضور حبیب خدا ﷺ کی اس پیاری سنت کا مختصر بیان تھا۔ محدثین اور عارفین کی زبانی، اب آیئے فقہائے احناف کی خدمت میں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۔ فقہ حنفیہ کی مستند و مشہور کتاب الردالمختار میں سلام کے بعد استغفار کو مستحب لکھا ہے۔ ۲،۳ مشہور حنفی فقیہ صاحب نور الایضاح نے مراقی الفلاح میں مجمع الروایات کے حوالے سے حدیث ثوبان اور حدیث براء بن عاذب بیان کرکے اس سنت کی اہمیت کی طرف عاشقان مصطفیٰ کو متوجہ کیا ہے۔ ۴۔ فتاویٰ رضویہ (۳/۱۰۳/۱۰۴) میں ایک طویل فارسی فتویٰ نماز کے بعد دعا کے ثبوت میں موجود ہے۔ جس میں پہلی حدیث ثوبان تحریر کرکے اس سنت کی طرف رہنمائی کی ہے۔ ۵۔ بہار شریعت میں بھی سلام کے بعد پہلا وظیفہ استغفار کو ہی بیان کیا ہے۔ جس مسلمان کو حضور ﷺ کی سنت پر عمل کرنے کا شوق اور محبت ہے اس کے لئے حدیث پاک اور اتنے علماء اُمت کی تصریحات بہت کافی ہیں۔ اگر فرض نمازوں کے علاوہ نفل نماز کے بعد بھی استغفار پڑھا جائے تو یہ بھی پسندیدہ ہے۔ اس لیے کہ امام طبرانی نے کتاب الدعاء (۱۶۲۷/۱۳) میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرکے پھر کھڑا ہو کر دو یا چار رکعت فرض یا نفل پڑھے اور اس میں رکوع و سجدہ اچھی طرح سکون سے کرے پھر استغفار کرے تو اس کے گناہ معاف کیے جاتے ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے بھی اپنی مسند (۲۵۰/۶) میں روایت کیا ہے۔ واٰخرُ دعوانا ان الحمدُ للہ ربّ العالمین. والصّلاۃ والسّلام علی سیدِ المرسلین، و علیٰ الہٖ و اصحابہٖ اجمعین ہ

ذکر خدا کا عملی نمونہ دیکھنا ہو تو ربّ العالمین کے حبیب ﷺ ذکر اور نورانی سنت کو دیکھو اگر ہمارا ذکر الٰہی کرنا حضور انور ﷺ کی نورانی شریعت کے مطابق ہوگا تو رب کے ہاں مقبول و منظور ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو جب کہ حضور سید المرسلین اور حبیب کبریا ہیں اور حبیب خدا کی ہر ادا اور طریقہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول اور پسندیدہ ہے، صرف یاد خدا کی بات نہیں بلکہ مومن کا ہر عمل جو اتباع حبیب اور خلوص نیت پر مبنی ہوگا وہ ضرور منظور نظر ہوگا ☆ ☆ ☆ ☆

قیام تعظیمی! اہل سنت کا یہ معمول ہے کہ وہ حضور ﷺ کی بارگاہ اقدس میں کھڑے ہو کر ادب و احترام تعظیم و محبت کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں۔ یہ بھی جائز ہے۔ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے۔ جو لوگ قیام تعظیمی نہیں کرتے۔ اہل سنت ان پر کوئی فتویٰ نہیں دیتے۔ البتہ حضور ﷺ سے عشق و محبت رکھنے والوں کے لئے سوچنے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ سینما میں جب ترانہ سنایا جاتا ہے تو قانوناً اس کے احترام میں کھڑا ہونا پڑتا ہے اور منکرین بھی ترانہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو ترانہ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا تو جائز ہو اور حضور ﷺ کی تعظیم و احترام کیلئے کھڑا ہونا بدعت ہو جائے!؟ یہ بات کیسے درست ہے ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ندائے یارسول اللہ ﷺ! اس عقیدہ کے ساتھ یارسول اللہ کہنا اور درود شریف پڑھنا کہ حضور ہمارے درود اور ندا کو سنتے ہیں جائز ہے۔ اس معاملہ میں مسلمانوں پر کفر و شرک کا فتویٰ دینا سخت زیادتی اور ظلم ہے کیونکہ ہر مسلمان یہی عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ کو سننے کی طاقت خود بخود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ متعدد احادیث سے یہ مسئلہ ثابت و واضح ہے۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضور ﷺ پر جھوٹ باندھنا سخت گناہ ہے! یوں تو ہر شخص پر جھوٹ باندھنا حرام ہے۔ مگر حضور ﷺ چونکہ مالک شریعت ہیں۔ حضور ﷺ کی بات شریعت قرار پاتی ہے اس لئے کسی ایسی بات کی نسبت حضور کی طرف کرنا جو حضور نے نہ فرمائی ہو سخت و شدید گناہ ہے تو یہ استغفار لازم و واجب ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ پر جھوٹ باندھنے والا جہنمی ہے۔ (بخاری) ☆☆☆☆☆ (دین مصطفیٰ از علامہ محمود احمد رضوی)

خبر نامہ .... خبر نامہ .... خبر نامہ

مقبوضہ کشمیر کے ضلع پونچھ تحصیل سرنکوٹ ۔ میں مجاہدین لشکر اسلام نے ایک زبردست کاروائی کی جس میں انڈین آرمی کے 9 فوجی واصل جہنم ہو گئے ۔ ایک کو شدید زخمی کر دیا ۔ یہ کاروائی مرہوٹ پوسٹ پر کی گئی تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہنے والی جھڑپ میں مجاہد ابراہیم رضا شہید ہو گئے ۔

جماعت اہلسنت نے افغان عوام کے لئے امدادی سامان روانہ کیا ۔ دوائیں کمبل گرم کپڑے اور اجناس پر مشتمل یہ چوتھی بڑی کھیپ تھی' یہ کھیپ مولانا محمد حسین لاکھانی کراچی سے نئے کر کوئٹہ روانہ ہوئے امدادی سامان تین ٹرکوں پر لادا گیا تھا کراچی ڈویژن کے امیر سید تراب الحق صاحب نے فرمایا کہ یہ جماعت اہلسنت اپنے بے گھر افغان بھائیں کی آزمائش کی اس گھڑی میں ان کے ساتھ ہیں ۔

اہل سنت و جماعت کی فعال تنظیم شیران اسلام پاکستان کے مختلف اضلاع میں قائم یونٹوں کے ذریعے افغان مہاجرین کے لئے چندہ مہم کا آغاز کیا لوگوں کو اشتہارات کی صورت میں آگاہ کر دیا گیا ہر اہل ثروت اور صاحب درد نے دل کھول کر امداد کی اس سلسلے میں مرکزی امیر جناب شجاعت علی مجاہد نے اپنے ولولہ انگیز بیانات میں افغان عوام اور طالبان کے جذبہ اسلام کو خراج تحسین پیش کیا اور جگہ جگہ جا کر ان کی امداد کے لئے اہل اسلام کو کمر بستہ کیا انہوں نے کہا کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے تمام عالم اسلام کے مسائل کو اپنا مسئلہ سمجھنا چاہیے یا پہلے اسلام اور ایمان ہے پھر پاکستان ہے اگر اسلام کا رشتہ نہ ہو گا تو پاکستان کا رشتہ بھی کسی کام نہیں آ سکتا ۔ ہمیں اپنے غیور افغانی مسلمانوں کو عالم تنہائی کا شکار نہیں ہونے دیا جائے گا یا ہم ان کے ساتھ ہر غم میں برابر کے شریک ہیں ۔

شیران اسلام کا امدادی قافلہ عنقریب امیر محترم کی قیادت میں مہاجرین کی بحالی اور خوشحالی میں حصہ لینے کے لئے کیمپوں کا دورہ کرے گا اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کی مقدور بھر کوشش کرے گا ۔

شکر گڑھ گاؤں موضع بھیٹری میں محفل میلاد مصطفےٰ کا انعقاد ہوا مجلہ الحقیقہ کے نگران مولانا غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے نے پاکستان کی اہمیت اور قدر قیمت پر روشنی ڈالی انہوں نے واضح کیا کہ یہ ملک عالم اسلام کے لئے کس قدر ناگزیر ہے ۔ محفل کے بعد ایک غیر مقلد نے رفع یدین پر بحث شروع کر دی لیکن حنفیت دلائل کے سامنے اس کے پاؤں اکھڑ گئے' گاؤں کے سنی مسلمانوں کے حوصلے جوان ہو گئے' شکوک وشبہات کی فضا ختم ہو گئی' الحمد للہ رب العالمین اس محفل میں مولانا محمد سعید نقشبندی صاحب' مولانا آفتاب احمد صاحب نے شرکت فرمائی حافظ محمد ندیم خان نے ہدیہ نعت پیش کیا ۔

سر پرست اعلیٰ شیران اسلام نے پروفیسر محمد حسین آسی نے حسب معمول مہینے کے تیسرے جمعۃ المبارک کا خطبہ مرکزی جامع مسجد شان مصطفیٰ چوک بیری والا سیالکوٹ میں ارشاد فرمایا اور پاکستان اسلام اور افغانستان کے موجودہ حالات پر روشنی ڈالی اور عالم اسلام کے جملہ مسائل کا حل بتایا جو صرف اور صرف اسلام پر عمل کرنے میں پوشیدہ ہے ۔

سیالکوٹ کے سینکڑوں عاشقان رسول نے سر پرست اعلیٰ کی تقریر دلپذیر کو سراہا اور شیران اسلام کے ساتھ تعاون کا یقین دلایا ۔ بعد ازاں تحریک کے کاموں کا جائزہ لیا اور انہیں مزید تیز تر کرنے کی ہدایت کی ۔ انہوں نے کہا کہ اب وقت بہت نازک ہے ۔ اور اسباب کم ہیں مگر ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت پر بھروسہ ہے ۔ اور اپنے بزرگوں کی دعاؤں پر اعتماد ہے انشاء اللہ ہم ضرور اس مشن میں کامیاب ہوں گے ۔ سر پرست اعلیٰ نے تمام اہل سنت کے اتحاد و اتفاق پر زور دیا اور کہا کہ شیران اسلام اور مجلہ الحقیقہ تمام پرخانوں' خانقاہوں اور غیور سنیوں کی نمائندہ جماعت ہے ۔ ہم ہر سنی کا ادب و احترام کرتے ہیں ۔

سنی تحریک حیدر آباد پاکستان کے ڈویژن کے کنوینر محمد خالد قادر صاحب نے فرمایا کہ سنی تحریک نے تمام مذہبی اور فلاحی کام پوری سرگرمیوں کے ساتھ جاری رکھے گی اور قائد اہلسنت مولانا محمد سلیم قادری کے مشن کو آگے بڑھائے گی ۔ انہوں نے تمام اہلسنت و جماعت کو یکجان ہو کام کرنے کی دعوت دی ۔

ادب کی اهمیت

از فقیہ عصر الحاج مولانا مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدك يامن ادب عباده المومنين وقال تعالىٰ لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون وصلى الله تعالىٰ على حبيبه ورسوله خير خلق الله وسيد المرسلين وعلى اله واصحابه اجمعين

اما بعد! ادب سراسر دین ہے۔ ادب چراغ راہ مبین ہے۔ ادب رضا رب العالمین ہے ادب ہے تو دین ہے ادب نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مخدوم الاولیاء سیدی سید محمد بہاؤالدین شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ نے فرمایا۔ الطریق کلہ ادب۔ دین سارے کا سارا ادب ہے۔ نیز سیدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا الطریق کلہ ادب۔ مثل مشہور است ہیچ بے ادب با خدا نرسد۔ (حالات مشائخ نقشبندیہ ص ۱۹۰) ادب سارے کا سارا راہ حق ہے اور یہ مثال مشہور ہے کہ کوئی بے ادب خدا تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو با ادب رکھے اور بے ادبی سے بچائے وہی حامی و ناصر ہے اور وہی کارساز ہے۔ علیہ توکلت والیہ انیب۔ اس مضمون ادب کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالی گئی۔

ادب کا ثبوت

(۱) جب سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کوہ طور پر جاتے ہوئے وادی مقدس میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی۔ (قرآن مجید) اے میرے کلیم اپنا جوتا اتار لو کیونکہ یہ وادی مقدس ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم وادی کے ادب کے لئے دیا گیا تھا۔ حواشی جلالین میں ہے۔ طوی اسم وادیا لشام وامر بخلع النعلين لان الحفوة ادخل التواضع وحسن الادب۔ (سورۃ طہ) یعنی طویٰ ملک شام میں ایک وادی کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جوتے اتارنے کا حکم اس لئے دیا کہ ننگے پاؤں چلنا تواضع میں داخل ہے اور یہ بہت اچھا ادب ہے اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے کہ یہ طویٰ مقدس وادی ہے۔ ادب واحترام کا تقاضا ہے کہ جوتے اتار دو۔ (تفسیر ضیاء القرآن سورۃ طہ پارہ ۹/۱۶)

(۲) نیز قرآن مجید میں ارشاد فرمایا۔ یاایها الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولاتجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون۔ (سورۃ حجرات پارہ ۲۶) اے ایمان والو اپنی آوازوں کو میرے نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ زور سے بولو جیسے تم ایک دوسرے کو زور سے آواز دے کر بلاتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اس بے ادبی کی وجہ سے ملیامیٹ ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے کہ اگر تم سے آواز اونچا کرنے کی بے ادبی ہوگئی تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔

(۳) نیز قرآن مجید میں ہے۔ **وتعزروه وتوقروه** ۔ یعنی میرے حبیب کی تعظیم وتوقیر کرو۔ (ﷺ)

ادب کرنے والے

حیدر کرار حضرت علی شیر خدا باب مدینہ علم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کی کیونکہ اس نظر سے جمال مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔

لم يقع نظر علي رضي الله تعالىٰ عنه الى عورته حذرا من ان يراها بالعين التي يرى بها جمال رسول الله ﷺ تفسیر روح البیان سورۃ اعراف ۶/۲)

سیدنا عثمان ذوالنورین اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سے رحمت کائنات سید دو عالم ﷺ کے ہاتھ مبارک پہ بیعت کی کبھی دائیاں ہاتھ اپنی شرمگاہ کو نہ لگایا کیونکہ یہ ہاتھ نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک کے ساتھ لگ چکا ہے اور یہ سب براہ ادب تھا۔ (۳) سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی نبی اکرم شفیع اعظم ﷺ کا ذکر کرتے یا آپ کے پاس ذکر کیا جاتا تو آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا اور آپ ﴿امام مالک﴾ جھک جاتے۔ ایک دن کسی نے پوچھ لیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں تو فرمایا: لو رأیتم ما رأیت لما انکرتم۔ جو میں دیکھتا ہوں اگر تم دیکھ لو تو تم کبھی انکار نہ کرو۔ ﴿شفا قاضی عیاض﴾ (۴) سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جب بھی رحمۃ للعالمین ﷺ کا ذکر پاک ہوتا تو آپ کا رنگ مبارک زرد ہو جاتا نیز سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بھی بے وضو حدیث پاک بیان نہ کی۔ ﴿شفا شریف﴾ (۵) سیدنا عبدالرحمن بن قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی جان جہاں رحمت کائنات ﷺ کا ذکر پاک کرتے تو یوں معلوم ہوتا گویا آپ کے جسم سے خون نچوڑ لیا گیا ہے۔ ﴿شفا شریف﴾ (۶) سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کبھی محدث ابن حازم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آتے اور حضرت ابن حازم حدیث پاک بیان کر رہے ہوتے تو اگر بیٹھنے کی جگہ نہ ہوتی امام مالک قدس سرہ آگے گذر جاتے پوچھنے پر فرماتے چونکہ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی اور میں کھڑے کھڑے حدیث پاک سننا پسند نہیں کرتا اس لئے گذر جاتا ہوں۔ ﴿شفا شریف﴾ (۷) سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں جب کوئی آتا تو آپ خادمہ کو بھیجتے جا دیکھو کوئی مسئلہ پوچھنا ہے یا حدیث پاک سننا ہے۔ اگر آنے والا کہتا کہ میں مسائل پوچھنے آیا ہوں تو آپ باہر تشریف لاتے اور مسائل بتا دیتے اور اگر آنے والا کہتا کہ میں حدیث پاک سننے آیا ہوں تو آپ غسل کرتے خوشبو لگاتے لباس تبدیل کرتے جبہ پہنتے عمامہ باندھتے پھر باہر تشریف لاتے اور آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا آپ اس پر بیٹھ کر حدیث پاک بیان کرتے اور جب تک حدیث پاک بیان کرتے رہتے اگر بتی سلگتی رہتی اور تخت پر آپ حدیث پاک بیان کرنے کے سوا کبھی نہ بیٹھتے اور جب آپ سے سوال کیا جاتا کہ آپ یہ اتنا اہتمام کیوں کرتے ہیں تو فرماتے یہ سب حدیث پاک کی تعظیم کے لئے ہے۔ ﴿شفا شریف﴾

دعا: اللہ تعالیٰ ایسے حضرات کو جو ہمیں ادب کا سبق سکھا گئے کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائے آمین ﴿ابو سعید غفرلہ﴾

تنبیہ: عزیزم قاری جاوید اقبال سلمہ ساکن گوجرانوالہ نے بیان کیا کہ جب میں غیر مقلد وہابی تھا تو ہم ادب کو کوئی اہمیت نہ دیتے حتیٰ کہ جب بیت الخلاء سے نکلے حدیث پاک کی کتاب بخاری شریف ہاتھ میں لے لی نہ وضو کیا نہ تیمم اس سے پتہ چلا کہ ادب والی جماعت ﴿اہلسنت و جماعت﴾ ہی ادب کرتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (۸) سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ایک دن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک پڑھا رہے تھے پیچھے سے بچھو آیا اس نے ڈنک مار دیا جس سے آپ کا رنگ متغیر ہو گیا لیکن حدیث پاک پڑھاتے رہے حتیٰ کہ بچھو نے سولہ بار آپ کو ڈسا لیکن آپ نے پرواہ نہ کی اور مسلسل حدیث پاک پڑھاتے رہے اور جب فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا حضور جب آپ حدیث پاک پڑھا رہے تھے تو آپ کا چہرہ انور متغیر ہوتا رہا رنگ بدلتا رہا اس کی کیا وجہ تھی تو سیدنا امام مالک قدس سرہ نے فرمایا جب حدیث پاک پڑھا رہا تھا تو بچھو آیا اس نے ڈنک مارا میں نے براہ ادب توجہ نہ کی لیکن بچھو ڈنک مارتا رہا حتیٰ کہ اس نے سولہ بار ڈسا اور پھر خود ہی چلا گیا اور میں حدیث پاک بیان کرتا ہی رہا۔ ﴿شفا قاضی عیاض﴾ (۹) حضرت ابن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ایک دن میں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وادی عتیق کی طرف جا رہا تھا تو میں نے چلتے ہوئے ایک حدیث پاک پوچھی تو آپ نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا تجھے بڑا با ادب جانتا تھا۔ لیکن تو نے چلتے چلتے حدیث پاک پوچھی ہے۔ (ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے) ﴿شفا شریف﴾ (۱۰) سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاضی جریر نے کھڑے کھڑے حدیث پاک کے متعلق سوال کیا تو سیدنا امام مالک نے فرمایا اسے قید کر دیا جائے۔ عرض کیا گیا حضور یہ تو قاضی صاحب ہیں یہ سن کر فرمایا اسی لئے تو قید کرنے کا حکم دیا ہے کہ قاضی ہو کر اس نے ادب کیوں نہیں کیا۔ اس نے کیوں کھڑے کھڑے حضور ﷺ کی حدیث پاک کے متعلق سوال کیا ہے۔ ﴿شفا شریف﴾ (۱۱) ہشام بن غازی نے سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کھڑے کھڑے حدیث پاک پوچھی تو آپ نے اسے بیس درے لگائے اور پھر بعد میں اس پر شفقت فرمائی اور اسے (ادب و تعظیم کے ساتھ) بیس احادیث مبارکہ سنائیں۔ احادیث مبارکہ سن کر ہشام مذکور نے کہا کاش کہ امام مالک مجھے درے لگاتے اور زیادہ احادیث سناتے۔ ﴿شفا شریف﴾ اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں نازل کرے ایسے حضرات کی قبروں پر جو ہمیں ادب کا راستہ دکھا گئے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

(جاری ہے)

استغاثہ

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

اے رمضان عرض کرنا بارگاہ کبریائی میں ☆☆☆ مسلمان لٹ رہے ہیں اس جہان نارسائی میں

فلسطین چیچنیا ہے وادی کشمیر روتی ہے ☆☆☆ یہ جنت روز خون دل سے دامن گیر ہوتی ہے

دلوں میں زخم ہیں اور گردنوں میں غم کے پھندے ☆☆☆ تری دنیا میں مجبوری کا نقشہ تیرے بندے

درندے تک رہے ہیں ظلم سے عفت شعاروں کو ☆☆☆ خزائیں کھا رہی ہیں گل کدوں کو نوبہاروں کو

قیامت ٹوٹتی ہے دیکھتی ہے افغانوں کے شہروں پر ☆☆☆ سفینے ڈولتے ہیں شر کے طوفانوں کی لہروں پر

وہ بیواؤں کا رونا بے نواؤں کا غم دیکھا ☆☆☆ اداؤں پہ ہوتا کج اداؤں کا ستم دیکھا

صلیبی بڑھ رہے ہیں گلشن ارمان کی جانب ☆☆☆ ہلالی دیکھتے ہیں دامن رحمان کی جانب

ضرورت ہے کہ اب کوئی صلاح الدین آجائے ☆☆☆ نیاموں سے نکل کر تیغ خونین آجائے

یہ جو پھر ہیں ترے ہیں عشق کے جذبے عطا کر دے ☆☆☆ ابابیلوں کے ہاتھوں فیل بانوں کو فنا کر دے

بڑوں کے درد اور بچوں کے غم دیکھے نہیں جاتے ☆☆☆ وطن میں بے وطن تیری قسم دیکھے نہیں جاتے

بھٹکتے پھرتے ہیں دربدر اسلام کے راہی ☆☆☆ نہ سوز آرزو مندی ہے نہ آہ سحر گاہی

غلاموں کی مصیبت پر ترا محبوب غمگین ہے ☆☆☆ تیرا مقصود نالاں ہے تیرا مطلوب غمگین ہے

اسی محبوب کے صدقے جہاں میں انقلاب آجائے ☆☆☆ رخ توحید چمکے حسن ایمان پر شباب آجائے

تیری رحمت سے میں ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ آیا ہوں ☆☆☆ میں آیا ہوں مگر دل کو جہاں میں چھوڑ آیا ہوں

تیرا عرفان تڑپتا ہے مری امیدیں روتی ہے ☆☆☆ زمانے میں غلاموں کی بھی کوئی عید ہوتی ہے

لشکر طیبہ پردہ اٹھتا ہے

روزنامہ

انصاف

لاہور

اتوار 18 نومبر 2001ء '2رمضان المبارک 1422ھ، 4 مگھر 2058ب

جہاد کے نام نہاد علمبرداروں نے میرا جوان بیٹا بیچ کھایا